

مفید الانام

(ترجمہ)

حقیقت الاسلام

(تصنیف)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

(مترجم)

حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

الـمدینہ دارالاشاعت

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ 38 اردو بازار لاہور Tel: 042-7320682 Fax: 7312801

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... مفید الانام

اردو ترجمہ .... حقیقت الاسلام

مصنف .... حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

مترجم .... حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادیؒ

ترتیب و تحشیہ .... مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی

مطبع 14-اگست 1999ء

کتابت .... عبدالرزاق قادری۔ محمد ظفر آفتاب

ٹائٹل .... المدینہ گرافکس اردو بازار لاہور

ناشر .... المدینہ دار الاشاعت اردو بازار لاہور

ہدیہ 40روپے

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات

تعارف مصنف رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کے آب و گل میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بہت سے بندگانِ خدا رسیدہ ایسے ملتے ہیں جنہوں نے اپنی سیرت و کردار اور علم و فضل کے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو آنے والوں کیلئے مینارۂ نور ہیں جنہیں اہلِ زمانہ رہتی دنیا تک اپنے تغافل اور کوشش کے باوجود بھی نہ تو فراموش کر سکے ہیں اور نہ کبھی فراموش کر سکیں گے۔

ایسے حضرات کے کارنامے نہ صرف صفحاتِ تاریخ کا جلی عنوان بنے ہیں بلکہ استبدادِ زمانہ کے باوجود بھی آج تک زبان زد خلائق ہیں اور رہیں گے۔

انہی برگزیدہ صاحبانِ علم و فضل حضرات میں سے ایک زیرِ نظر کتاب " حقیقت الاسلام " کے مصنف علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والا صفات بھی ہے۔

خاندان اور سن ولادت :۔ آپ حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقدس خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا خاندان ہمیشہ علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے اور اس خاندان کے بہت سے افراد اپنے اپنے دور میں عہدہ قضاء پر یکے بعد دیگرے فائز رہے چنانچہ اس حقیقت کو خود قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رشحاتِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر آراستہ فرمایا۔

" فقیر و برادرِ فقیر و پدر فقیر بخدمت قضاء مبتلا شدند "

فقیر خود ، فقیر کا بھائی اور فقیر کے والدِ گرامی خدمتِ قضاء میں مبتلا ہوئے ہیں۔

تحصیل علوم و ذوق مطالعہ :۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ سولہ سالہ عمر میں تفسیر و حدیث ، فقہ و اصولِ فقہ اور دیگر تمام علوم نقلیہ و عقلیہ میں یدِ طولیٰ حاصل کر لیا۔

فن حدیث پاک کی تحصیل و تکمیل امیر المومنین فی الحدیث بالھند

الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ ذکاوت، ذہانت، جودۃ طبع قوۃ فکر اور فہم و فراست میں قدرت نے آپ کو وہ کمال عطا فرمایا تھا کہ اپنے عہد میں اپنی نظیر آپ تھے۔

ذوقِ مطالعہ اور قوتِ حافظہ کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے صرف زمانۂ طالب علمی میں درسی کتب کے علاوہ اکابر محققین کی ساڑھے تین سو کتب کا مطالعہ فرما لیا تھا۔

باطنی علوم کی تحصیل و تربیت:۔ علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنیہ کی تحصیل اور روحانی تربیت کیلئے آپ ابتداءً حضرت الشیخ محمد عابد السنامی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت طریقت کا شرف حاصل کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مرزا جان جاناں حبیب اللہ مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہو کر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے آخری مقامات طے کئے۔ تفسیر مظہری اسی تعلق کی آئینہ دار ہے۔

اپنے مرشد کریم سے ظاہری اکتساب کے ساتھ ساتھ مبشرات و منامات مبارکہ میں حضور غوث صمدانی۔ قندیل نورانی، شہباز لامکانی سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی اور اپنے جدِ امجد شیخ جلال الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہما سے بھی روحانی تربیت خوب پائی۔

جلالتِ شان و علو مقام:۔ طالبِ صادق کے مراتبِ باطنی کا اندازہ صرف اصحابِ باطن ہی لگا سکتے ہیں جن کا نفسِ مطمئنہ عالمِ ملکوت کا شہباز رہا ہوتا ہے اسلئے قاضی صاحب کی جلالتِ شان اور علو مقام کے متعلق ایسے ہی حضرات کے ارشادات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ آپ کے مرشد اول حضرت شیخ محمد عابد السنامی رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف کو "علم الہدیٰ" کا لقب عطا فرمایا۔

۲۔ آپ کے استاد زادہ سند المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "بیہقی وقت" قرار دیا ہے۔

۳۔ آپ کے مرشد ثانی، قطب ربانی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

— میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی قدر و منزلت اور ہیبت ہے اس میں ملکوتی صفات ہیں فرشتے بھی اسکی تعظیم کرتے ہیں، بروز قیامت اگر اللہ تعالے مجھ سے پوچھے گا کہ :۔

"دنیا سے کیا تحفہ لائے ہو؟" تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا۔

طاعت وعبادت اور خدمت خلق :۔ آپ کا بیشتر وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ روزانہ سو رکعت نماز نفل آپ کا معمول تھا۔ نماز تہجد میں قرآن پاک کی ایک منزل روزانہ تلاوت فرماتے۔

عہدہ قضا اور عدالتی ذمہ داریاں پوری ایمانداری اور اسلام کے نظام عدل کے عین مطابق سرانجام دیتے رہے اور عدل و انصاف کو ہمیشہ قائم اور سربلند رکھا۔ اور خلق خدا کو ناحیات فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ حضرات نے آپ ہی سے طریقت وسلوک کی تکمیل کی۔

تصانیف وتالیفات :۔ آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں، تقریباً تیس کے لگ بھگ ہیں۔ لیکن یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ تفسیر مظہری :۔ دس جلدوں پر مشتمل ایک عمدہ، معتبر اور متداول تفسیر ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال، جدید تاویلات، تصوف اور فقہی مسائل کا بہترین استنباط کیا گیا ہے۔ (عربی میں ہے)۔

۲۔ حقیقت الاسلام :۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر ایک جامع کتاب ہے۔

باسمہ تعالیٰ

مُفیدُ الانام

اردو ترجمہ

حقیقتُ الاسلام

تصنیف

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

مُترجم

حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہرآبادیؒ

ترتیب و تحشیہ

مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی ○ ایم اے عربی و اسلامیات

صدر مدرس دار العلوم محمدیہ فریدیہ انوار الاسلام لودھراں

المدینہ دار الاشاعت

یوسف مارکیٹ ' غزنی سٹریٹ 38 اردو بازار۔ لاہور فون نمبر: 7320682

نام کتاب .... مفید الانام
اردو ترجمہ .... حقیقت الاسلام
مصنف .... حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
مترجم .... حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادیؒ
ترتیب و تحشیہ .... مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی
مطبع 14-اگست 1999ء
کتابت .... عبدالرزاق قادری۔ محمد ظفر آفتاب
ٹائٹل .... المدینہ گرافکس اردو بازار لاہور
ناشر .... المدینہ دار الاشاعت اردو بازار لاہور
ہدیہ .... 40 روپے

فہرست

۲۔ آپ کے استاد زادہ سند المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "بیہقی وقت" قرار دیا ہے۔

۳۔ آپ کے مرشد ثانی، قطب ربانی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

ـــ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی قدر و منزلت اور ہیبت ہے اس میر سلکوتی صفات ہیں فرشتے بھی اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ بروز قیامت اگر اللہ تعالےٰ مجھ سے پوچھے گا کہ :۔

"دنیا سے کیا تحفہ لائے ہو؟" تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا۔

طاعت وعبادت اور خدمت خلق

:۔ آپ کا بیشتر وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ روزانہ سو رکعت نماز نفل آپ کا معمول تھا۔ نماز تہجد میں قرآن پاک کی ایک منزل روزانہ تلاوت فرماتے۔

عہدہ قضا اور عدالتی ذمہ داریاں پوری ایمانداری اور اسلام کے نظام عدل کے عین مطابق سر انجام دیتے رہے اور عدل و انصاف کو ہمیشہ قائم اور سربلند رکھا۔ اور خلق خدا کو تاحیات فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ حضرات نے آپ ہی سے طریقت و سلوک کی تکمیل کی۔

تصانیف و تالیفات

:۔ آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں۔ تقریباً تیس کے لگ بھگ ہیں۔ لیکن یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ تفسیر مظہری :۔ دس جلدوں پر مشتمل ایک عمدہ، معتبر اور متداول تفسیر ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال، جدید تاویلات، تصوف اور فقہی مسائل کا بہترین استنباط کیا گیا ہے۔ (عربی میں ہے)۔

۲۔ حقیقت الاسلام :۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر ایک جامع کتاب ہے۔

علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۳۔ مالابدمنہ (وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو)

ایمانیات و اعتقادیات کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور احسان پر مشتمل ایک بہترین جامع کتاب ہے مگر حج کا بیان نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند سطروں میں کیا گیا ہے۔ آخر میں عقیقہ و قربانی کے مسائل، وصیت نامہ اور کفریہ کلمات پر مشتمل رسائل بھی اسکے ساتھ شامل ہیں۔ اپنی جامعیت و افادیت کے پیشِ نظر تاحال داخل نصاب ہے۔

۴۔ تذکرۃ الموتیٰ والقبور

موت و مابعد الموت کے احوال، سماع موتیٰ، حیات بعد الموت، ایصالِ ثواب اور اسطرح کے دیگر اعتقادی مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان فرماکر عقائدِ حقہ اہلسنت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔

تبشیر و تنذیر اور تبلیغ کیلئے احادیث و دلائل کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

۵۔ السیف المسلول (رد شیعہ)

۶۔ ارشاد الطالبین (سلوک)

۷۔ الشہاب الثاقب

۸۔ تذکرۃ المعاد

۹۔ رسالہ در حرمتِ متعہ

۱۰۔ وصیت نامہ

وفات حسرت آیات:۔ ۱۲۲۵ھ میں آپ کا وصال باکمال ہوا۔ "فَهُمْ مُكْرَمُونَ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ" آپ کی وفات کا تاریخی مادہ ہے۔

متبرک کفن :- کسی بابرکت کپڑے میں کفن دینا سُنت ہے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں رکھوائی تھی۔

اسی کے پیشِ نظر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جو چادر حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اُس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات :- آپ کے تین بیٹے تھے۔ احمد اللہ، کلیم اللہ اور دلیل اللہ

سب سے بڑے صاحبزادے "احمد اللہ" بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے۔ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ وصیت نامہ میں ان ہی کے متعلق فرماتے ہیں۔ "در خاندان فقیر ہمیشہ علماء شدہ اند کہ در ہر عصر ممتاز بودہ اند و از فرزندان فقیر احمد اللہ ایں دولت رسانیدہ بود، خدایش بیامرزد، رحلت نمود۔"

تعارف مترجم رحمتہ اللہ علیہ

یوں تو دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو جاتے ہوئے اپنی یادوں کے دل کش اور حسین نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ اُن کی یہی یادیں پیچھے رہ جانے والوں کیلئے سرمایہ اور زندگی کے رہنما اصول قرار پاتی ہیں۔

یہ نقوش کبھی تعلیم و تعلم، اخلاق و محبت اور اخلاص و ہمدردی کی شکل میں ہوتے ہیں تو کبھی صلہ واحسان، عفو و درگذر اور مہربانی و سخا کی صورت میں کبھی یہ نقوش خدمت دین کا صلہ ہوتے ہیں تو کبھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمتِ عظمیٰ کا صدقہ۔ کبھی یہ نقوش کسی صدقہ جاریہ میں مضمر ہوتے ہیں تو کبھی اُسکی عطاکردہ توفیق و بخشش کا نشان ــــ کبھی عوام کی بھلائی اور خدمت کا نتیجہ ہوتے ہیں تو کبھی راہِ حق میں صعوبتوں اور کلفتوں کے برداشت کرنے کا انعام۔

انہی یاد آنے والے حضرات اور انعام یافتہ مردانِ حق میں سے ایک گمنام شخصیت حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود بھی ہے۔

ولادت باسعادت :۔ تاریخ اور مہینہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہو سکے تاہم سن پیدائش آپ کا ۱۹۱۹ء حتمی ہے۔

ولدیت :۔ ملک مقبول محمد صاحب مرحوم

مقامِ پیدائش :۔ چاہ کریم دادوالہ، تحصیل جلالپور پیروالہ ضلع ملتان۔

تعلیم و تربیت :۔ علاقہ کے معروف استاد حافظ محمد یار صاحب نوشہروی سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا پھر سکول داخل ہوئے وہاں آپ نے علوم عصریہ میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔

دینی تعلیم کی ابتداء اپنے محسن و مہربان ماموں اور حضور قبلہ عالم گولڑوی

کے مرید صادق حضرت مولانا محمد قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ سکندر نامہ، مثنوی شریف، سبحۃ الابرار، مطالع الانوار اور دیوان حافظ تک تمام فارسی کتب سبقاً مکمل فرمائیں۔

صرف، نحو، منطق کے ابتدائی رسائل اور علم طب کی تکمیل حضرت مولانا غلام رسول بصیروی سے کی۔ لبعدازیں بہاولپور گھلواں تشریف لے گئے تو وہاں ہدایۃ النحو، مرقاۃ وغیرہ کتب کے علاوہ فنِ تجوید بھی مکمل فرمالیا۔ اسی دوران آپ کے استادِ گرامی انتقال فرماگئے اور اسی عرصہ میں آپ امام الواصلین مہرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

پھر تحصیل علوم وتکمیل فنون کیلئے فخر المحدثین، قدوۃ العارفین حضرۃ العلام السید پیر عبداللہ شاہ محدث غازی پور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے، تو قبلہ پیر صاحب نے بڑی محنت ومحبت سے منقولات ومعقولات کی تکمیل تھوڑے ہی عرصہ میں کرادی۔ حضرت شیخ الجامعہ علامہ گھوٹوی سے بھی آپکو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

دورہ حدیث شریف اور سندِ تکمیل کیلئے امام الواصلین، سند الکاملین، حجۃ العارفین، بحر العلوم حضرت العلام السید ابو محمد امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں آپ کو مہرآباد شریف بھیج دیا گیا۔ یہاں آپ نے دورہ حدیث کے علاوہ تصوف واخلاقیات اور ربع مجیب جیسے ادق علوم بھی حاصل کئے اور بیس بائیس سال کا عرصہ اپنے مرشد لاثانی کی خدمت میں رہ کر مراتب سلوک اور منازل طریقیت طے کرتے رہے۔

علمی مقام:- آپ ایک مستند عالم، شاندار مدرس، زبردست فقیہہ، وسیع النظر محقق اور حقیقت شناس مفکر تھے، ایسے واقعات بکثرت وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں جن سے آپ کی جلالت وتفوق علمی کا پتہ چلتا ہے لیکن ان اوراق میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

تاہم میرے نزدیک آپ کے علو مقام اور جلالتِ شان کیلئے آپ کا یہ مسلمہ اعزاز بہت بڑی عظمت و بزرگی کی دلیل ہے بلکہ خود بھی اپنے لئے اسی کو سب سے بڑا شرف و اعزاز گردانتے تھے کہ آپ کا شمار حضرت امام الواصلین کے مایۂ ناز نامور تلامذہ اور وفا شعار و جاں نثار مریدوں میں ہوتا ہے۔

عادات و اخلاق :- متوکل علی اللہ، خوش اخلاق، ملنسار، کریم النفس شریف الطبع، صابر، شاکر، ہر ایک کے غمگسار، اطاعت شعار، کم گو، نرم خو، منکسر المزاج، نہایت متواضع مگر خوددار اور حق گوئی میں بے باک مرد تھے۔

صداقت و حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ تکالیف و مصیبتیں برداشت کر لیتے مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اور وقت کے افسرِ اعلیٰ کو خاطر میں بھی نہ لاتے۔ مضبوط چٹان کی طرح ڈٹ جاتے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

عبادت و ریاضت :- تہجد اور تہجد کے ساتھ مروجہ اذکار، تقریباً تین چار پارے قرآن پاک کی یومیہ تلاوت، مجموعہ وظائف چشتیہ، دلائل الخیرات، اشراق، چاشت، اوّابین، اور دیگر نوافلِ شبانہ آپ کے ہر روز کا معمول تھا۔ وظائف وقتی اور اورادِ توقیتی اِن کے علاوہ ہوا کرتے تھے۔

وصال سے چند سال قبل اپنے اوراد و وظائف میں بہت ہی اضافہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ مجموعہ شریف اور دلائل الخیرات جو آپ کو حفظ ہو چکے تھے، ہر روز مکمل پڑھ دیا کرتے تھے۔ صلوٰۃ التسبیح اور اس طرح کی مزید دیگر نوافل عبادات بھی ہر روز پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف تو ہر وقت وردِ زبان رہتا۔ بایں ہمہ تدریس میں بھی فرق نہ آنے دیتے۔

شیخ کریم سے روحانی تعلق و استفادہ :- اپنے ہادیٔ مکرم، مرشدِ اعظم

امام الواصلین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کا روحانی تعلق اس قدر مستحکم و مضبوط تھا کہ ہم نے بارہا مرتبہ آپ کو امام الواصلین کی شکل و صورت میں متشکل پایا۔

اس کیفیت میں تدریس کے دوران آپ کی تحقیق، استدلال و استنباط کا انداز بھی نرالا ہوا کرتا تھا ــــ ایسی حالت میں تقریر اسباق کے دوران آپ کبھی کبھی راحت و سرور سے بھرپور تبسم بھی فرمالیا کرتے جسکی لذت و چاشنی محسوس تو کی جاسکتی تھی مگر کم از کم مجھ سے تو بیان نہیں ہو سکتی۔

کوائف وصال :- اس دوران آپ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پانچ مئی ۱۹۹۱ء، ۲۰ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ اتوار کا دن تھا۔

تقریباً دس بجے صبح آپ نے تازہ وضو فرمایا۔ مثنوی شریف پڑھا کر فارغ ہوئے، دارالحدیث میں تشریف فرما ہوئے، ہاتھ میں تسبیح، درود شریف ورد زبان تھا بس اچانک سربسجود ہو گئے، اپنے مالک حقیقی کا اسم ذات "اللہ ھو" ذکر کرتے ہوئے جانِ مستعار جانِ آفریں کے سپرد فرمائی ــــ ۰

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

تدریسی خدمات :- مرشدِ کریم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے درسیات کی تدریس کا آغاز فرمایا اور غازی پور، حاصل پور، میلسی، مہر آباد شریف اور لودھراں میں اہلسنت کے مرکزی مدارس میں کامیاب تدریس فرماتے رہے۔

طریقۂ تدریس :- طالب علم سے عبارت پڑھوا کر اسی سے ترجمہ کرواتے درستگی عبارت اور تصحیح اعراب کا عمل اس دوران مسلسل جاری رہتا ــــ جب عبارت حل ہو جاتی اور متن کے مفہوم کا ایک اجمالی خاکہ طالب العلم کے ذہن نشین ہو جاتا تو آپ ایک جامع تقریر فرما دیتے جس سے طالب علم کے باقی ماندہ اشکالات بھی رفع ہو جاتے اور سبق بھی یاد ہو جاتا۔

درسیات کی بڑی کتب کی تدریس کے دوران عبارۃ، ترجمہ اور درستگی اغلاط کے بعد اکثر تقریر بھی طالب علم سے کرواتے ــــ آخر میں آپ ایک مختصر جامع، دلائل و براھین سے بھرپور تقریر فرمادیتے جو متعلقہ فن کے علمی لطائف و نکات اور دیگر ضروری ابحاث پر مشتمل ہوتی نیز تشریح متن و توضیح مطالب میں کافی و وافی ہوا کرتی تھی۔

تحریری خدمات:۔ تدریسی مصروفیات، کثرت مشاغل اور دیگر علائق و عوائق زمانہ کی بناپر آپ کوئی باقاعدہ نئی کتاب تو تصنیف نہیں فرما سکے البتہ متقدمین علیہم الرضوان کی درج ذیل فارسی، عربی کتب کا اردو میں ترجمہ فرمادیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور آپ کے ذوقِ طبع کا ترجمان بھی۔

١۔ حقیقت الاسلام۔ فارسی (محقق) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

٢۔ شرح قصیدہ ابن بنت ابی الملیق۔ عربی (تصوف)
شارح حضرت الشیخ احمد ابن علان رحمۃ اللہ علیہ

٣۔ شرح قصیدہ ابی مدین۔ عربی شارح الشیخ احمد ابن علاّن رحمۃ اللہ علیہ۔

٤۔ مواعظ بلیغہ من زبور سیدنا داؤد علیہ السلام۔ عربی (نامکمل)

اولاد:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اولادِ صالحہ کی نعمتِ عظمیٰ سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔ اولادِ نرینہ میں آپ کے تین صاحبزادے یادگار ہیں، تینوں ہی زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

١۔ **مولانا محمد فیض اللہ مہروی**:۔ آپ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ درسیات کی ابتدائی کتب اپنے والدِ گرامی علیہ الرحمۃ سے اور بقیہ علوم کی تحصیل دیگر مدارس میں کی۔ سکول میں معلم کی حیثیت سے ملک و ملت کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔

٢۔ **علامہ مفتی محمد حفیظ اللہ المہروی**:۔ یہ آپ کے فرزند اوسط ہیں۔ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ انوار الاسلام لودھراں میں صدر مدرس ہیں الحمد للہ

علی منہ ۔ آپ فتاویٰ نویسی اور علومِ متداولہ کی تدریس کے فرائض بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ راقم الحروف کی ملاقات اکثر ہوتی رہتی ہے۔ تملق برطرف آپ کا ذوقِ تفقہ قابلِ تحسین ہے اور اپنے والدِ گرامی کی علمی وراثت کے امین ہیں چند مفید تحقیقی رسائل بھی تصنیف کر چکے ہیں جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں۔

۳۔ سعید احمد قمر :۔ آپ کے فرزندِ اصغر ہیں، علومِ عصریہ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، علاقہ کے کیڈٹ ساز تعلیمی اداروں میں اپنی انتظامی، تدریسی اور علمی صلاحیتیں منوا چکے ہیں۔

تلامذہ :۔ آپ رحمۃ اللہ تاحیات تشنگانِ علومِ دینیہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ علوم و معرفت کے اس چشمۂ صافی سے سینکڑوں تلامذہ سیراب ہوئے اور وطنِ عزیز کے اطراف واکناف میں دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں تبلیغی، تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ان تمام خوش قسمت احباب کا تفصیلی تذکرہ تو یہاں نہیں کیا جا سکتا تاہم چند ایک تلامذہ کے اسمائے گرامی تعارفاً درج کئے جاتے ہیں۔

ہ آپ کے تینوں لختِ جگر جن کا تعارف "اولاد" میں ہو چکا ہے۔

ہ پیرزادہ مقبول احمد ہاشمی قریشی :۔ بانی مدرسہ عربیہ شمس العلوم عنایتی تحصیل خیرپور ضلع بہاولپور۔ آپ سُنی مشائخِ طریقت میں قابلِ صد تکریم اور قد آور شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

ہ مولانا محمد طفیل احمد سعیدی۔ آپ منجھے ہوئے مقرر اور جادو بیان خطیب ہیں۔ چند ایک مفید رسائل کے مصنف و مؤلف بھی ہیں۔

علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۳۔ مالابدمنہ (وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو)

ایمانیات و اعتقادیات کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور احسان پر مشتمل ایک بہترین جامع کتاب ہے مگر حج کا بیان نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند سطروں میں کیا گیا ہے۔ آخر میں عقیقہ و قربانی کے مسائل، وصیت نامہ اور کفریہ کلمات پر مشتمل رسائل بھی اُسکے ساتھ شامل ہیں۔ اپنی جامعیت و افادیت کے پیشِ نظر تاحال داخل نصاب ہے۔

۴۔ تذکرۃ الموتیٰ والقبور

موت و مابعد الموت کے احوال، سماع موتیٰ، حیات بعد الموت، ایصالِ ثواب اور اسطرح کے دیگر اعتقادی مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان فرماکر عقائدِ حقہ اہلسنت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔

تبشیر و تنذیر اور تبلیغ کیلئے احادیث و دلائل کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

۵۔ السیف المسلول (رد شیعہ)

۶۔ ارشاد الطالبین (سلوک)

۷۔ الشہاب الثاقب

۸۔ تذکرۃ المعاد

۹۔ رسالہ در حرمتِ متعہ

۱۰۔ وصیت نامہ

وفات حسرت آیات:۔ ۱۲۱۵ھ میں آپ کا وصال باکمال ہوا۔ "نَحْنُ مُکْرَمُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْم" آپ کی وفات کا تاریخی مادہ ہے۔

متبرک کفن :- کسی بابرکت کپڑے میں کفن دینا سُنت ہے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں رکھوائی تھی۔

اسی کے پیش نظر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جو چادر حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اُس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات :- آپ کے تین بیٹے تھے۔ احمد اللہ، کلیم اللہ اور دلیل اللہ

سب سے بڑے صاحبزادے "احمد اللہ" بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے۔ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ وصیت نامہ میں ان ہی کے متعلق فرماتے ہیں۔ "درخاندان فقیر ہمیشہ علما شدہ اند کہ در ہر عصر ممتاز بودہ اند واز فرزندان فقیر احمد اللہ ایں دولت رسانیدہ بود، خدایش بیامرزد، رحلت فرمود۔"

تعارف مترجم رحمۃ اللہ علیہ

یوں تو دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو جاتے ہوئے اپنی یادوں کے دل کش اور حسین نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ اُن کی یہی یادیں پیچھے رہ جانے والوں کیلئے سرمایہ اور زندگی کے رہنما اصول قرار پاتی ہیں۔

یہ نقوش کبھی تعلیم و تعلم، اخلاق و محبت اور اخلاص و ہمدردی کی شکل میں ہوتے ہیں تو کبھی صلہ واحسان، عفو و درگذر اور مہربانی و سخا کی صورت میں ـــ کبھی یہ نقوش خدمت دین کا صلہ ہوتے ہیں تو کبھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمتِ عظمیٰ کا صدقہ۔ کبھی یہ نقوش کسی صدقہ جاریہ میں مضمر ہوتے ہیں تو کبھی اُسکی عطاکردہ توفیق و بخشش کا نشان ـــ کبھی عوام کی بھلائی اور خدمت کا نتیجہ ہوتے ہیں تو کبھی راہِ حق میں صعوبتوں اور کلفتوں کے برداشت کرنے کا انعام۔

انہی یاد آنے والے حضرات اور انعام یافتہ مردانِ حق میں سے ایک گمنام شخصیت حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود بھی ہے۔

ولادت باسعادت :۔ تاریخ اور مہینہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہو سکے تاہم سن پیدائش آپ کا ۱۹۱۹ء حتمی ہے۔

ولدیت :۔ ملک مقبول محمد صاحب مرحوم

مقامِ پیدائش :۔ چاہ کریم دادوالہ، تحصیل جلالپور پیروالہ ضلع ملتان۔

تعلیم و تربیت :۔ علاقہ کے معروف استاد حافظ محمد یار صاحب نوشہروی سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا، پھر سکول داخل ہوئے وہاں آپ نے علوم عصریہ میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔

دینی تعلیم کی ابتداً اپنے محسن و مہربان ماموں اور حضور قبلہ عالم گولڑوی

کے مرید صادق حضرت مولانا محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ سکندر نامہ، مثنوی شریف، سبحۃ الابرار، مطالع الانوار اور دیوان حافظ تک تمام فارسی کتب سبقاً مکمل فرمائیں۔

صرف، نحو، منطق کے ابتدائی رسائل اور علمِ طب کی تکمیل حضرت مولانا غلام رسول لبھیروی سے کی۔ بعدازیں بہاداپور گھلواں تشریف لے گئے تو وہاں ہدایۃ النحو، مرقاۃ وغیرہ کتب کے علاوہ فنِ تجوید بھی مکمل فرمالیا۔ اسی دوران آپ کے استادِ گرامی انتقال فرما گئے اور اسی عرصہ میں آپ امام الواصلین مہرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

پھر تحصیل علوم و تکمیل فنون کیلئے فخر المحدثین، قدوۃ العارفین حضرۃ العلام السید پیر عبداللہ شاہ محدث غازی پور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے، تو قبلہ پیر صاحب نے بڑی محنت و محبت سے منقولات و معقولات کی تکمیل تھوڑے ہی عرصہ میں کرادی۔ حضرت شیخ الجامعہ علامہ گھوٹوی سے بھی آپکو شرف تلمذ حاصل ہے۔

دورِ حدیث شریف اور سند تکمیل کیلئے امام الواصلین، سند الکاملین، حجۃ العارفین، بحر العلوم حضرت العلام السید ابو محمد امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں آپ کو مہرآباد شریف بھیج دیا گیا۔ یہاں آپ نے دورۂ حدیث کے علاوہ تصوف و اخلاقیات اور ربع مجیب جیسے ادق علوم بھی حاصل کئے اور بیس بائیس سال کا عرصہ اپنے مرشد لاثانی کی خدمت میں رہ کر مراتب سلوک اور منازل طریقیت طے کرتے رہے۔

علمی مقام :- آپ ایک مستند عالم، شاندار مدرس، زبردست فقیہہ، وسیع النظر محقق اور حقیقت شناس مفکر تھے۔ ایسے واقعات بکثرت وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں جن سے آپ کی جلالت و تفوق علمی کا پتہ چلتا ہے لیکن ان اوراق میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

تاہم میرے نزدیک آپ کے علو مقام اور جلالتِ شان کیلئے آپ کا یہ مسلہ اعزاز بہت بڑی عظمت و بزرگی کی دلیل ہے بلکہ خود بھی اپنے لئے اسی کو سب سے بڑا شرف و اعزاز گردانتے تھے کہ آپ کا شمار حضرت امام الواصلین کے مایۂ ناز نامور تلامذہ اور وفا شعار و جاں نثار مریدوں میں ہوتا ہے۔

عادات و اخلاق:- متوکل علی اللہ، خوش اخلاق، ملنسار، کریم النفس شریف الطبع، صابر، شاکر، ہر ایک کے غمگسار، اطاعت شعار، کم گو، نرم خو، منکسر المزاج، نہایت متواضع مگر خوددار اور حق گوئی میں بے باک مرد تھے۔

صداقت و حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ تکالیف و مصیبتیں برداشت کر لیتے مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اور وقت کے افسرِ اعلیٰ کو خاطر میں بھی نہ لاتے۔ مضبوط چٹان کی طرح ڈٹ جاتے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

عبادت و ریاضت:- تہجد اور تہجد کے ساتھ مروجہ اذکار، تقریباً تین چار پارے قرآن پاک کی یومیہ تلاوت، مجموعہ وظائف چشتیہ، دلائل الخیرات، اشراق، چاشت، اوّابین، اور دیگر نوافلِ شبانہ آپ کے ہر روز کا معمول تھا۔ وظائف وقتی اور اورادِ توقیتی اِن کے علاوہ ہوا کرتے تھے۔

وصال سے چند سال قبل اپنے اوراد و وظائف میں بہت ہی اضافہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ مجموعہ شریف اور دلائل الخیرات جو آپ کو حفظ ہو چکے تھے، ہر روز مکمل پڑھ دیا کرتے تھے۔ صلوٰۃ التسبیح اور اس طرح کی مزید دیگر نوافل عبادات بھی ہر روز پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف تو ہر وقت وردِ زبان رہتا۔ بایں ہمہ تدریس میں بھی فرق نہ آنے دیتے۔

شیخ کریم سے روحانی تعلق و استفادہ:- اپنے ہادیِ مکرم، مرشد اعظم

امام الواصلین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کا روحانی تعلق اس قدر مستحکم و مضبوط تھا کہ ہم نے بارہا مرتبہ آپ کو امام الواصلین کی شکل و صورت میں متشکل پایا۔

اس کیفیت میں تدریس کے دوران آپ کی تحقیق، استدلال و استنباط کا انداز بھی نرالا ہوا کرتا تھا ـــــ ایسی حالت میں تقریر اسباق کے دوران آپ کبھی کبھی راحت و سرور سے بھرپور تبسم بھی فرمالیا کرتے جسکی لذت و چاشنی محسوس تو کی جاسکتی تھی مگر کم از کم مجھ سے تو بیان نہیں ہوسکتی۔

کوائف وصال :۔ اس دوران آپ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پانچ مئی ۱۹۹۱ء، ۲۰ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ اتوار کا دن تھا۔

تقریباً دس بجے صبح آپ نے تازہ وضو فرمایا۔ مثنوی شریف پڑھ کر فارغ ہوئے، دارالحدیث میں تشریف فرما ہوئے۔ ہاتھ میں تسبیح، درود شریف ورد زبان تھا بس اچانک سربسجود ہوگئے۔ اپنے مالک حقیقی کا اسم ذات "اللہ ھو" ذکر کرتے ہوئے جانِ مستعار، جانِ آفریں کے سپرد فرمائی ـــــ ہ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

تدریسی خدمات :۔ مرشدِ کریم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے درسیات کی تدریس کا آغاز فرمایا اور غازی پور، حاصل پور، میلسی، مہر آباد شریف اور لودھراں میں اہلسنت کے مرکزی مدارس میں کامیاب تدریس فرماتے رہے۔

طریقۂ تدریس :۔ طالب علم سے عبارت پڑھوا کر اسی سے ترجمہ کرواتے درستگیٔ عبارت اور تصحیح اعراب کا عمل اس دوران مسلسل جاری رہتا ـــــ جب عبارت حل ہوجاتی اور متن کے مفہوم کا ایک اجمالی خاکہ طالب العلم کے ذہن نشین ہوجاتا تو آپ ایک جامع تقریر فرما دیتے جس سے طالب علم کے باقی ماندہ اشکالات بھی رفع ہوجاتے اور سبق بھی یاد ہوجاتا۔

درسیات کی بڑی کتب کی تدریس کے دوران عبارۃ، ترجمہ اور درستگی اغلاط کے بعد اکثر تقریر بھی طالب علم سے کرواتے ——— آخر میں آپ ایک مختصر، جامع، دلائل و براھین سے بھرپور تقریر فرما دیتے جو متعلقہ فن کے علمی لطائف و نکات اور دیگر ضروری ابحاث پر مشتمل ہوتی نیز تشریح متن و توضیح مطالب میں کافی و وافی ہوا کرتی تھی۔

تحریری خدمات :- تدریسی مصروفیات، کثرت مشاغل اور دیگر علائق و عوائق زمانہ کی بنا پر آپ کوئی باقاعدہ نئی کتاب تو تصنیف نہیں فرما سکے البتہ متقدمین علیہم الرضوان کی درج ذیل فارسی، عربی کتب کا اردو میں ترجمہ فرما دیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور آپ کے ذوقِ طبع کا ترجمان بھی۔

۱۔ حقیقت الاسلام۔ فارسی (محقق) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ شرح قصیدہ ابن بنت ابی الملیق۔ عربی (تصوف)
شارح حضرت الشیخ احمد ابن علان رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ شرح قصیدہ ابی مدین۔ عربی شارح الشیخ احمد ابن علاّن رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ مواعظ بلیغہ من زبور سیدنا داؤد علیہ السلام۔ عربی (نامکمل)

اولاد :- اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اولادِ صالحہ کی نعمتِ عظمیٰ سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔ اولادِ نرینہ میں آپ کے تین صاحبزادے یادگار ہیں، تینوں ہی زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

۱۔ مولانا محمد فیض اللہ مھروی :- آپ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ درسیات کی ابتدائی کتب اپنے والدِ گرامی علیہ الرحمۃ سے اور بقیہ علوم کی تحصیل دیگر مدارس میں کی۔ سکول میں معلم کی حیثیت سے ملک و ملت کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔

۲۔ علامہ مفتی محمد حفیظ اللہ المھروی :- یہ آپ کے فرزندِ اوسط ہیں۔ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ انوار الاسلام لودھراں میں صدر مدرس ہیں الحمد للہ

علی منہ۔ آپ فتاویٰ نویسی اور علوم متداولہ کی تدریس کے فرائض بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ راقم الحروف کی ملاقات اکثر ہوتی رہتی ہے۔ تعلق برطرف آپ کا ذوقِ نفقہ قابلِ تحسین ہے۔ اور اپنے والدِ گرامی کی علمی وراثت کے امین ہیں چند مفید تحقیقی رسائل بھی تصنیف کر چکے ہیں جو زیور طباعت سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں۔

۳۔ سعید احمد قمر :۔ آپ کے فرزندِ اصغر ہیں۔ علوم عصریہ میں اعلیٰ التعلیم یافتہ ہیں۔ علاقہ کے کیڈٹ ساز تعلیمی اداروں میں اپنی انتظامی، تدریسی اور علمی صلاحیتیں منوا چکے ہیں۔

تلامذہ :۔ آپ رحمۃ اللہ تاحیات تشنگانِ علومِ دینیہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ علوم و معرفت کے اس چشمۂ صافی سے سینکڑوں تلامذہ سیراب ہوئے اور وطنِ عزیز کے اطراف واکناف میں دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں تبلیغی، تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ان تمام خوش قسمت احباب کا تفصیلی تذکرہ تو یہاں نہیں کیا جا سکتا تاہم چند ایک تلامذہ کے اسمائے گرامی تعارفاً درج کئے جاتے ہیں۔

- آپ کے تینوں لختِ جگر جن کا تعارف "اولاد" میں ہو چکا ہے۔
- پیرزادہ مقبول احمد ہاشمی قریشی :۔ بانی مدرسہ عربیہ شمس العلوم عنایتی تحصیل خیرپور ضلع بہاولپور۔ آپ سنی مشائخِ طریقت میں قابلِ صد تکریم اور قدآور شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔
- مولانا محمد طفیل احمد سعیدی۔ آپ منجھے ہوئے مقرر اور جادو بیان خطیب ہیں۔ چند ایک مفید رسائل کے مصنف و مؤلف بھی ہیں۔

۵۔ مولانا حافظ خدا بخش صاحب :۔ ناظم اعلیٰ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ انوارالاسلام لودھراں۔ آپ مدرسہ کی نظامت کے ساتھ ساتھ مسلک کی ترویج میں مصروفِ عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ایسے اسباب و وسائل مہیا فرمائے جن کی بدولت آپ کے دیگر علمی جواہر پارے بھی طباعت سے آراستہ ہو کر افادۂ عام میں آسکیں۔

(وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ)۔

محمد امیر احمد نوری نقشبندی مجددی سواگی
مدرس و مہتمم مدرسہ غوثیہ مہریہ امام العلوم حاصل والہ
ڈاکخانہ جھانبی واہن تحصیل کہروڑ پکا ضلع لودھراں

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد ۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ ۔ یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

—— کسی بھی مرض سے شفایابی کیلئے تجویز کردہ نسخہ چند اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے، وہی اجزاء اس کے اجزائے ترکیبی کہلاتے ہیں۔

—— یہ اجزائے ترکیبی بنیادی طور پر تین طرح کے ہوتے ہیں ——

۱: مرض پر براہ راست اثر انداز ہونے والے۔

یہی اجزاء اس نسخہ کے جزوِ اعظم کہلاتے ہیں۔

۲: جزوِ اعظم کی معاونت سے بیماری پر اثر انداز ہونے والے۔

۳: وہ اجزاء جو مرض پر اثر انداز ہونے کے علاوہ نسخہ کی تزئین و آرائش بھی کر دیتے ہیں۔

اس سہ قسمی مجموعہ کا نام اطباء اور حکماء حضرات معجون، جوارش وغیرہ رکھ لیتے ہیں۔

اسی طرح کفر و شرک، فسق و فجور، ضلالت و گمراہی، حسد، بغض کینہ اور عداوت جیسی مہلک امراضِ باطنیہ سے شفایابی کیلئے بھی روحانی معالج نے ایک شاندار، کامیاب اور پاکیزہ نسخہ ترتیب دیا ہے جو صدیوں سے آزمودہ، مجرب چلا آ رہا ہے۔ نسخہ کیا ہے؟ ہر دکھ کی دوا ہے، ہر مرض کی شفا ہے، حیاتِ جاودانی کا مژدۂ جانفزا ہے۔

(شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ — فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً)

یہ نسخہ بھی تین طرح کے اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہے۔ ان ہی قیمتی اجزائے ترکیبی کا مجموعہ "اسلام" کہلاتا ہے۔

۱۔ ارکانِ اسلام۔ یہی اسلام کے جزوِ اعظم ہیں۔
توحید و رسالت اور آخرت پر پختہ ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

۲۔ فرائض و واجبات و دیگر احکام
ارکانِ اسلام کی نصرت و معاونت سے امراض پر اثر انداز ہوتے ہیں

۳۔ سنن و مستحبات۔
بیماری پر اثر انداز ہونے کے علاوہ ارکانِ اسلام کی تزئین و آرائش اور اُن کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔

تاکہ انسانی زندگی سیرتِ نبوی کے پاکیزہ سانچے میں ڈھل کر بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہونے کے قابل ہو سکے۔

اجزائے اسلام کا یہی مجموعہ انسانی فطرۃ کو بے پناہ صلاحیتوں سے آراستہ کر کے اُسے زبردست قوت و طاقت کا حامل بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ طبیعت اور فطرت میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دونوں کے تقاضے بھی ایک ہو جاتے ہیں گویا انسانی زندگی میں مصطفوی انقلاب بپا ہو جاتا ہے۔

نیز یہ کہ اگر اجزائے اسلام کے اس دو طرفہ ربط و تعلق کو دیکھا جائے جو اُن کو اللہ تعالےٰ اور افرادِ معاشرہ کے ساتھ ہے۔ تو یہی اجزاء اپنے باہم تعلقاتی نوعیت کے اعتبار سے حقوق و فرائض کہلاتے ہیں۔

چونکہ حقوق و فرائض کی پاسداری اور اُن کی بروقت درست ادائیگی ہر آدمی کی فطری ذمہ داری اور معاشرتی ضرورت ہے۔ اسلئے ہر آدمی پر عقلاً و نقلاً واجب ٹھہرا کہ وہ اپنے حقوق و فرائض سے باخبر ہو اور ان کی اہمیت و طریقۂ ادائیگی سے بھی لازمی طور پر آگاہ ہو۔

اسلامی معاشرہ کی اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ نے بارھویں صدی ہجری کے اواخر میں حقوق و فرائض سے متعلقہ آیات واحادیث کا مجموعہ فارسی ترجمہ و تشریح کے ساتھ حقیقت الاسلام کے نام سے شائع فرمایا جو اس وقت عوام و خواص سب کی نظر میں مقبول و معتبر اور مستند قرار پایا۔

چنانچہ مرورِ زمانہ کے ساتھ حالات اور زبانیں بدل گئیں۔ ضروریات و تقاضے بھی بدل گئے۔ رفتہ رفتہ فارسی متروک ہو گئی تو اس زبان میں لکھی گئی دیگر کتب کے ساتھ "حقیقت الاسلام" کی طلب بھی باقی نہ رہی۔ نتیجتاً کتاب نایاب و ناپید ہو گئی۔ ادھر معاشرہ کی حالت یہ ہو گئی کہ اسلامی احکام سے اعراض اور حقوق و فرائض کی پامالی اسلام کے خلاف بغاوت کی حدوں کو چھونے لگی۔ ایسے حالات میں ہر اہلِ علم کا فرضِ منصبی ہوتا ہے کہ وہ اصلاحِ احوال کیلئے مقدور بھر کوشش کرے۔

میرے مربی و مرشد قبلہ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فرضِ منصبی اور حالات کے تقاضوں کا احساس فرماتے ہوئے نئی تصنیف کی بجائے اکابرینِ امت کی کتب میں سے کسی کتاب کا ترجمہ کر دینے کا فیصلہ فرمایا ـــ انتخاب کیلئے کسی جامع، مقبول، مستند اور غیر متنازعہ کتاب کی تلاش تھی تو ایک مخلص دوست کے ذاتی کتب خانہ میں سے "حقیقت الاسلام" کا ایک بوسیدہ، نہایت خستہ حالت نسخہ مستعار لیا۔ پہلی فرصت میں آپ نے اس کے اوراق ٹکڑے باہم جوڑ کر پیوند لگائے اور قابلِ مطالعہ بنایا۔ پھر اسے مکمل نقل فرما لیا۔ اس کے بعد آپ نے اس کا اردو ترجمہ فرما دیا۔ اس طرح صدیوں پہلے کی مستند و مقبول کتاب "حقیقت الاسلام" اردو شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حواشی :- اس کتاب پر آپ کو دو طرح کے حواشی ملیں گے۔

قدیم ـ جدید

قدیم حاشیہ وہ ہے جو کتاب پر پہلے سے موجود تھا جسے متعدد عُلمائے کرام نے مختلف ادوار میں تحریر فرمایا تھا، اسکو بھی فاضل مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی سے اردو میں منتقل فرمادیا۔

جبکہ جدید حاشیہ راقم الحروف نے لکھا ہے۔ اور اس میں درج ذیل امور بالعموم بیان کئے گئے ہیں۔ ابہام کی وضاحت، اجمال کی تفصیل، ماقبل سے ربطِ کلام، وجوہِ استدلال، تحقیق مسائل، معہود فی الذہن کا صفحۂ قرطاس پر اشتعال۔

توضیح طلب مسائل کی توضیح وتحقیق میں بھی مصنّف کی اپنی شہرہ آفاق تفسیر، تفسیرِ مظہری کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے، تاکہ مزید تحقیق بھی مصنّف کی رائے کے مطابق رہے۔

دیگر کتب تفسیر کو تائیداً وتوثیقاً پیش کیا گیا تاکہ جمہور محققین کے ساتھ مصنّف علیہ الرحمہ کا اتفاق واضح طور پر نظر بھی آئے۔

خطِ امتیاز:۔ قدیم حاشیہ کے آخر میں حاشیہ نگار کا ذاتی نام ہوگا یا صرف "قدیم" لکھا ہوگا۔ اور جدید حاشیہ کے آخر میں صرف "مرتب" لکھا ہوگا۔

جبکہ فاضل مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حاشیہ تحریر نہیں کیا، البتہ جہاں ضرورت محسوس کی وہاں تشریحی کلمہ قوسین کے اندر درج فرمادیا ہے۔

ترتیب:۔ ترتیب وہی برقرار رکھی گئی ہے جو پہلے تھی۔ البتہ دو طرح کے تصرّف ضرور کئے ہیں۔

۱۔ بلاعنوان فصول کے عنوان اور ان کے عددی مراتب کا تعین۔

۲۔ اصل کتاب میں قرآنی آیات واحادیث نبوی کے فارسی ترجمہ میں تشریحی عبارات بھی داخل تھیں یوں ترجمہ وشرح میں امتیاز بمشکل ہوسکتا تھا۔

اسلئے اب تشریحی عبارات کو تفسیر آیات، شرح حدیث اور مطالب حدیث کے عنوان کے تحت علیحدہ کردیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ استنبول سے طبع شدہ فارسی متن مجھے دستیاب ہوگیا۔ اپنے پاس موجود متن کے قلمی نسخے کا اس کے ساتھ تقابل کیا گیا۔ بعد از تصحیح تام ترجمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ اگر پھر بھی کہیں خطا رہ گئی ہو یا واقع ہو گئی ہو تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

امید ہے کہ ارباب علم و دانش میری اس کاوش کو بنظر تحسین دیکھیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم اس کتاب کو متن کی طرح مقبول و مفید اور ہم سب کیلئے باعث ہدایت بنائے اور فاضل مترجم علیہ الرحمۃ کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین بحرمت سید المرسلین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اظہارِ تشکر: اپنے نہایت ہی لائق و فائق دوست جناب محترم عبدالرزاق صاحب قادری ایم۔ اے ابلاغیات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ترجمہ کی اشاعت میں اول سے آخر تک تمام مراحل میں انہوں نے میری توقع سے بڑھکر میرا ساتھ دیا۔ بلکہ اس کی اشاعت کے اولیں محرک بھی قادری صاحب ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں سعادتیں اور آخرت میں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین بجاہ حبیبک و رسولک محمد رحمۃ للعلمین۔

محتاجِ دعا۔ نیاز مند
محمد حفیظ اللہ المھروی
لودھراں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ثانیہ از مترجم

حمد بے حد وعد اُس احد و واحدِ مطلق کیلئے جس نے اپنی معرفت و عبادت کی خاطر اپنے بندوں کے دلوں کو منوّر فرمایا۔

درودِ لامحدود و لامعدود اُس ذاتِ ستودہ صفات پر اور محبوب معبودِ برحق کیلئے جس نے گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کو صراطِ مستقیم پر لاکر مقصدِ تخلیق تک پہنچادیا۔

امّا بعد فقیرِ پُرتقصیر، امیدوارِ رحمتِ ربِ قدیر معصیت نقش رسول بخش، برادرانِ اسلام ذی العزّ والاحترام کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ جب سے بندہ کو اپنی کوتاہ اندیشی اور بے عملی پر نظر پڑی تو یہ فکردامنگیر ہوا کہ اللہ تعالےٰ کسی ایسے کام کی توفیق بخشے جو میرے لئے کفارہ بداعمالی اور توشۂ آخرت بن جائے۔

اتفاقاً رسالہ نافعہ "حقیقت الاسلام" مصنفہ حضرت علاّمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نظر سے گزرا۔ نہایت مفید خاص وعام معلوم ہوا مگر بوجہ فارسی زبان ہونے کے اس کے فوائد وبرکات کا عوام تک پہنچنا چونکہ ناممکن تھا (کیونکہ دورِ حاضر میں فارسی کی تعلیم معدوم ہوتی جارہی ہے)۔ لہذا افادۂ عام اور خصوصاً اپنی اولاد کیلئے اِس کا اردو میں ترجمہ کردیا تاکہ شاید کوئی صاحب اِس سے فائدہ اٹھائے اور اس کی برکت سے اِس ناچیز کی نجات ہوجائے۔

شنیدم کہ در روزِ امید وبیم بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

ناچیز نے صرف عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ وضاحتیں اور تشریحات

نہیں کیں البتہ جہاں کہیں ضروری معلوم ہوا وہاں چند الفاظ خطوطِ وحدانی میں بڑھا دیئے۔

اگر آپ اس کو صحیح و مفید پائیں تو یہ میرے مرشد کریم حضرت قبلہ ستید الاتقیا، زبدۃ الاصفیاء، عمدۃ الاولیا سیدنا السیّد امام شاہ صاحب مہرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے اور جو اس میں سے غلط ہو وہ اس عاصی کی کم فہمی، بے علمی کا نتیجہ ہے۔ اس کی تصیح سے بندہ کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

ہر کہ خواند دعائے طمع دارم — زانکہ من بندہ گنہگارم
احب الصالحین ولست منہم — لعل اللہ یرزقنی صلاحًا

الراقم العاصی رسول بخش عفی عنہٗ

۲۰ر ذی الحج بروز جمعہ بوقت اشراق ۱۳۸۹ سنہ ھ کو ترجمہ لکھنے سے بحمدہٖ تعالیٰ فراغت ہوئی۔ — مترجم۔

خطبۂ مصنف رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں تمام جہانوں کو پالنے والے کیلئے ہیں جو بہت مہربان، بے حد رحم کرنے والا اور قیامت کے دن کا مالک ہے۔

درود وسلام تمام رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے امام، اور تمام مخلوق سے افضل ترین ذات پر (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اولاد اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر جو دینِ اسلام کے روشن چراغ اور راہِ مستقیم کے نجومِ ہدایت ہیں۔

(اے عزیز!) اللہ تعالےٰ تجھے دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران فرمائے۔ یہ بات خوب دل نشین کرلے کہ کامل اسلام اس کو کہتے ہیں کہ "تَسْلِیْمُ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ"[1] ہر حقدار کے حقوق کسی کمی اور کوتاہی کے بغیر پورے ادا کر۔

---

[1] تَسْلِیْمُ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ، میں حقوق اور حقداروں کا صراحتہً ذکر ہے۔ جبکہ حقوق کی درجاتی تقسیم و ترتیب مصنف کے اپنے ذہن میں موجود تھی تو اسی معہود فی الذہن ترتیب کے مطابق حقوق کو تقسیم فرماتے ہوئے قسم اول کا عنوان قائم کیا۔ اس اجمال کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ حقوق بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد

(مرتب)

قسمِ اوّل — حقوق اللہ تعالیٰ[1]

(بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ)

فصلِ اوّل :- حقوق اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ)

حقوق[2] کی پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرا اسلئے کہ وجود اور جو اشیاء وجود کے تابع ہیں سب اُسی لاشریکَ لہٗ ذات والا صفات کی عطا ہیں (جلّ جلالہٗ) - ہر سانس جو اندر جاتا ہے، زندگی کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اور جب باہر آتا ہے تو طبیعت کو راحت و فرحت حاصل ہوتی ہے تو ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہوئیں اور ہر نعمت پر شکر واجب۔

ع از دست و زباں کہ بر آید
کز عہدۂ شکرش کہ بر آید[3]

---

[1] حقوق اللہ کی پھر دو اقسام ہیں
(۱) براہِ راست حقوق (۲) بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے حقوق۔
جیسا کہ متن سے واضح ہے جبکہ حقوق العباد بندوں کے باہم تعلقاتی انواع و اقسام کے اعتبار سے چھ قسم بن جاتے ہیں۔ اسطرح حقوق کی کُل سات اقسام بن جاتی ہیں۔
قسمِ اوّل :- حقوق اللہ تعالیٰ (بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ)۔
قسمِ ثانی :- مربی و محسنین کے حقوق (جیسے آباؤ اجداد، امہات وجدات کے حقوق اولاد پر)
قسمِ ثالث :- مسلمان اربابِ اختیار کے حقوق (بادشاہ، حاکم، امیر اور قاضی وغیرہ کے حقوق عوام پر)
قسمِ رابع :- ادنیٰ کے حقوق اعلیٰ پر (جیسے اولاد، زوجہ، غلام و نوکر اور رعایا کے حقوق والدین، خاوند، مالک اور حاکم پر)۔ ..... (باقی آئندہ صفحہ پر)

پس اگر اسکی بے شمار نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کے شکر ادا کرنے کی توفیق تجھے حاصل ہو گئی خواہ زبان سے یا دل سے یا باقی اعضاء سے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ شانہ' کی لامتناہی عنایات میں سے تو ہے کیونکہ شکر کی توفیق بھی اسکی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ جب ہر شکر میں بہت سے شکر واجب ہوئے تو پھر اُسکے شکر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا محال ٹھہرا اور تسلسل کو بھی لازم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ " اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم اُنکی گنتی اور احاطہ ہرگز نہیں کرسکتے۔ لیقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے)

قسم خامس :۔ ساداتی حقوق (جیسے دوست واحباب اور ہمسفر کے حقوق)

قسم سادس : ضعفاء و مساکین کے حقوق۔

قسم سابع : اپنے آپ پر خود واجب کردہ حقوق۔ جیسے قصاص و دیت و دیگر جنایات کے مالی معاوضات

اللہ تعالیٰ نے اس کارگاہِ حیات میں لوگوں کے حقوق متعین فرما کر اِن کی ادائیگی فرض فرما دی تاکہ زندگی ایک مربوط نظام کے تحت امن و آشتی کے ساتھ اپنے ارتقائی مراحل طے کرکے مقصودِ اصلی تک بخیر و عافیت جا پہنچے۔

(مرتب)

ل حقوق جمع ہے حق کی۔ یہاں حق سے مراد کسی کا وہ لازمی حصہ ہے جو کسی دوسرے پر اس کا ادا کرنا واجب و لازم ہوا کرتا ہے۔ حقوق کی دو جہتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک مستحق کے اعتبار سے اور دوسری ادا کرنے والے (مَن وجَبَ عَلَيْه) کے اعتبار سے۔ بلحاظِ اوّل حق کہلاتا ہے اور بلحاظِ ثانی فرض گویا چیز ایک ہے اور نام دو ہیں۔

(مرتب)

ل ترجمہ: کسی کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اُسکے شکر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے

(مرتب)

"لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" میں (ان دو امور کی طرف) اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے وہ تکالیف نہیں دیں جن کی طاقت ہی بندوں میں نہ ہو اور کما حقہٗ شکر ادا کرنا معاف فرما کر بقدر وسعت و طاقت شکر واجب فرمایا۔ جس کسی نے بھی طاقتِ انسانی کے مطابق اُس کا شکر ادا کرنے کی کوشش کی اُس کو اپنی رحمت و فضل کے ساتھ بلفظِ مبالغہ شَکُوْرٌ قرار دیا۔ (یعنی بہت ہی شکر گزار)۔ جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا — نوح علیہ السلام بہت ہی شکر گزار بندے تھے۔

اور جو شخص طاقت ہونے کے باوجود اس کی شکر گزاری میں کوتاہی اور کمی کرے وہ سخت ظالم اور نہایت ہی کفرانِ نعمت کرنے والا ہے، کیونکہ ایسے رحیم و کریم منعم کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک کا شکر طاقت ہونے کے باوجود بھی ادا نہیں کر رہا اور کوتاہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو ان کو تم نہیں گن سکو گے۔ بیشک انسان (یعنی ان میں سے اکثر لوگ) سخت ظالم اور ناشکر گزار ہے۔

شکر کی جو مقدار بندوں سے مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ انسانی طاقت کے مطابق اُس پاک ذات کو اسکی صفاتِ کاملہ کے ساتھ جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے پہچانیں اور اعتقادات اور اخلاق و اعمال میں سے جو اس کے پسندیدہ ہیں، بجا لائیں اور جو اُس نے بندوں پر ان میں سے واجب فرمایا اس کو مکمل طور پر ادا کریں اور جو چیزیں اُسکی جناب میں ممنوع اور ناپسند ہیں اُن سے پرہیز کریں اور اُس ذاتِ والاصفات کی رضا کو اپنی رضا سے مقدم سمجھیں تاکہ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ[1] کے دن شرمسار نہ ہوں۔

---

[1] مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ کے دو مفہوم لئے گئے ہیں

(مزید اگلے صفحہ پر)

یعنی بروزِ قیامت ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ (دنیا میں) کس چیز کو مقدم رکھتا تھا اور کس چیز کو موخر جانتا تھا۔ اپنی رضا و خواہش کو اللہ تعالےٰ کی پسند و خوشنودی پر ترجیح دیتا تھا یا اللہ تعالےٰ کی رضا و خوشنودی کو اپنی رضا و خوشنودی پر فوقیت دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ .... الخ

القرآن التوبہ ۲۴

(اے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو بتا دیجئے کہ آباؤ اجداد تمہاری اولاد تمہارے بھائی تمہاری بیویاں تمہارے خاندان اور قبائل تمہارا کمایا ہوا مال اور وہ تجارت جس میں نقصان ہونے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے محلات (گھر) اگر تمہیں اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول سے، اللہ کی رضا اور اسکی راہ میں جدوجہد اور جہاد کرنے سے زیادہ پسند و محبوب ہیں تو پھر اللہ تعالےٰ کے عذاب کا انتظار کیجئے دنیا میں آجائے یا آخرت میں۔

مسلمان کو چاہیئے جس کو دوست رکھے اللہ تعالےٰ کیلئے دوست رکھے جس سے دشمنی رکھے وہ بھی اللہ تعالےٰ کیلئے رکھے۔ جسے کوئی چیز دے تو اللہ تعالےٰ کیلئے دے اور جس کو کوئی چیز نہ دے تو وہ بھی اللہ تعالےٰ کیلئے نہ دے۔ حتیٰ کہ اگر لقمہ اپنے منہ میں یا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے)

۱۔ حیاتِ دنیوی میں وہ کن امور کو مقدم سمجھتا تھا اور کن امور کو موخر۔ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور اُسکی رضا پر مبنی اعمال، اعتقادات اور اخلاق کو ترجیح دیتا تھا یا اُن میں تاخیر کر کے غفلت و کوتاہی کا مرتکب ہوتا تھا۔ یہ سب کچھ بروزِ قیامت اُسے معلوم ہو جائے گا۔
یہاں مصنف نے یہی مفہوم ذکر کیا ہے۔ (مرتب)

۲۔ مَا قَدَّمَتْ سے اس کے اپنے اچھے بُرے اعمال میں کہ یہی عالمِ آخرت میں اُس کیلئے ذخیرہ ہو چکے ہوتے ہیں اور اَخَّرَتْ سے اسکی دنیا میں رہ جانے والی اولاد، خویش و اقارب، دوست احباب، تلامذہ اور اس کی رواج داد رسوم و اعمال ہیں۔ (مرتب)

اپنے بیوی بچوں کے منہ میں رکھتا ہے تو اس نیت سے رکھے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ نے مجھ پر واجب فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ

(یہ حدیث ابو داؤد نے ابی امامہ سے ترمذی نے معاذ سے روایت کی)۔

جو شخص دوستی رکھتا ہو تو اللہ تعالےٰ کیلئے، دشمنی رکھتا ہو تو خدا تعالیٰ کیلئے (کسی کو کچھ) دیتا ہو تو اللہ کیلئے، نہ دیتا ہو تو اللہ تعالےٰ کیلئے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً۔

(متفق علیہ عن ابن مسعودؓ)

یعنی اگر مسلمان اپنے اہل وعیال پر عبادت کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اُس کیلئے صدقہ بن جاتا ہے۔ (یعنی اُس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے)

بخاری، مسلم نے ابنِ مسعودؓ سے روایت کیا۔

فصل دوم :-

حقوق اللہ تعالیٰ

(بواسطہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم)

جب اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات، اُسکی پسند وناپسند کی پہچان انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر ناممکن ہے اور عقل بھی اس میں کافی نہیں تو اسی وجہ سے تمام کتب الٰہی اور تمام رسولوں پر اور جو کچھ اُس کے رسل کرام ہمراہ لائے اُن سب پر ایمان لانا اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے میں داخل ٹھہرا۔ چنانچہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے قاصدوں سے فرمایا۔

اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ؟ تم جانتے ہو اللہ وحدہٗ پر ایمان

لانا کیا ہے ؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔

متفق علیہ عن ابن عباس

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

سورۃ النساء ۔ ۸۰

جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت (نہ صرف) اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرح ہے بلکہ عین اسی کی محبت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (متفق علیہ عن انس)

تم میں سے کسی کا ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور دوست نہ بن جاؤں۔

پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنا بھی طاقتِ انسانی سے باہر ہے لیکن مطلوب بقدرِ طاقت و وسعت ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کی اتباع، آپ

لہ محبت سے مراد طبعی و عشقی محبت نہیں ہے جس طرح اولاد اور معشوق سے ہوتی ہے کیونکہ یہ محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ زیادہ ، ہونے سے مومن کے ایمان میں نقصان نہیں ہوتا اسلئے کہ یہ اختیاری نہیں بلکہ اس سے مراد شرعی محبت ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی اور عزت کا اعتقاد رکھنا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا ہے۔ پس جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک سے زیادہ بزرگ و برتر اور عظیم اور فرمانبرداری کے لائق نہ سمجھے ایماندار نہ ہو سکے گا۔ (قدیم)

صلے اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب علیہم الرضوان کے ساتھ محبت وعقیدت رکھنا ہے ۔

فصلِ سوم :- حقوق اللہ تعالیٰ

(بواسطہ صحابہ و اہلبیت کرام)

اے عزیز! خوب جان لے کہ جب خداوند قدوس کی ذات وصفات اور اُسکی پسند وناپسند کی پہچان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ ہی سے ہم تک پہنچی ۔ خصوصاً خلفأ راشدین کی انتھک کوشش ومحنت سے دینِ اسلام نے قوت ورونق حاصل کی ۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال و افعال جو چند صحابہ کرام کو معلوم تھے اور اکثر کو معلوم نہ تھے اِن ہی حضرات کی سعیٔ مشکور کی وجہ سے مشہور ہوئے اور مسائل خلافیہ اِن ہی کی کوششوں سے صحابہ کے درمیان اجماعی مسائل قرار پاگئے ۔ کیونکہ وہ ہر مسئلہ میں صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن سے تحقیق فرما کر اُسے راجح فرمایا کرتے تھے ۔

پس صحابہ اور اہلِ بیت کرام کا حق ادا کرنا بھی بعینہٖ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق کی ادائیگی ہے اور ان کی محبت و اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت ہے ۔ چنانچہ سرورِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ ۔

(رواہ الترمذی عن عبداللہ بن مغفل)

جس نے صحابہ کو محبوب سمجھا اُس نے میری محبت کی وجہ سے ان کو محبوب جانا اور جس نے انکو دشمن جانا اُس نے میری دشمنی کی وجہ سے انکو دشمن سمجھا اور جس نے اُن کو ایذا پہنچائی اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی تو اُس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی (ناراض کیا) ۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔
(رواہ مسلم والترمذی عن حذیفہ)

ہر دو خلفا کی تابعداری کرو جو میرے بعد ہونگے وہ ابوبکر و عمر ہیں۔
(مسلم اور ترمذی نے جناب حذیفہ سے روایت کیا)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ

میری اور میرے خلفاء راشدین کی سُنت (طریقہ) کو لازم پکڑو جو میرے بعد ہونگے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ۔ رواہ الطبرانی والحاکم عن ابن عباس)

میں علم کا شہر ہوں اور علی اُسکا دروازہ ہیں ۔ طبرانی نے اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے ۔

مزید ارشاد فرمایا صلے اللہ علیہ وسلم نے :-
اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ ۔
(رواہ احمد والطبرانی عن زید بن ثابت)

میں تمہارے پاس دو مضبوط اور پُختہ وسیلے چھوڑے جا رہا ہوں وہ قرآن اور میری اولاد ہیں (احمد اور طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کیا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-
خُذُوْا نِصْفَ الْعِلْمِ مِنْ ھٰذِہِ الْحُمَیْرَاءِ ۔

آدھا علم اس حمیرا سے (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) حاصل کرو ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی تابعداری کروگے ہدایت پاؤ گے ۔

اسطرح کی احادیث کثیر ہیں ۔

فصلِ چہارم :

حقوق اللہ تعالیٰ

(بواسطہ علمائے ربانیین)

اسی طرح علماؑ و محدثین، فقہاؑ و مجتہدین اور دینی کتابیں تصنیف کرنے والے علوم ظاہر اور علوم باطن کے اساتذہ کرام کے حقوق ادا کرنا۔ صحابہ کرام اور اہلِ بیت کے حقوق کی طرح اللہ تعالےٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے میں داخل ہیں اسلئے کہ یہ سب حضرات نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور دین اسلام کے حامل ہیں (امین ہیں)۔

چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَاِنَّمَا یُوَرِّثُوْا الْعِلْمَ۔

رواہ اصحاب السنن عن بشیر ابن قیس ـ

بیشک علماؑ انبیاؑ علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاؑ علیہم السلام نے وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑے انہوں نے تو میراث میں فقط علم ہی چھوڑا ہے۔ یہ حدیث اصحاب سنن نے بشیر بن قیس سے روایت کی ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ تَلَا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

رواہ الترمذی عن ابی امامۃ والدارمی عن مکحول کالحسن مرسلاً۔

عالم کی فضیلت عابد پر میری فضیلت کی مانند ہے ادنیٰ مسلمان پر۔ بعدہٗ آپ نے یہ آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ سے اُسکے بندوں میں سے علماؑ ہی ڈرتے ہیں۔ ترمذی نے ابی امامہ سے۔ دارمی نے مکحول اور حسن سے مرسلاً روایت کیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا — میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے فقط تعلیم دینے کیلئے مبعوث فرمایا ہے ۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَجْوَدُ جُوْدًا وَاَنَا اَجْوَدُ بَنِي آدَمَ وَاَجْوَدُهُمْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهٗ يَاْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُمَّةً وَّاحِدَةً (رواہ البیہقی عَنْ اَنَسٍ)

اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے سخی ہیں ۔ اور میں اولادِ آدم میں سب سے بڑا سخی ہوں میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ مرد ہے جس نے علم حاصل کیا پھر اسے لوگوں میں پھیلایا (عام کیا) بروزِ قیامت وہ اپنے ساتھ ایک جماعت لائے گا ۔

ظاہراً مراد یہ کہ وہ شخص بہرحال امتی ہے نبی نہیں کہ امت اس کے ساتھ ہو مگر تلامذہ اور شاگردوں کی جماعت (کثرت میں) امت کی مثل ہوگی ۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

يُوْزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّهَدَاءِ فَيَرْجَحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى دَمِ الشُّهَدَاءِ ۔ رواہ الذھبی عن عمران بن حصین ۔

بروزِ قیامت علما کی روشنائی (لکھنے کی سیاہی) اور شہدا کے خون کا وزن کیا جائیگا ۔ تو شہیدوں کے خون پر علما کی روشنائی غالب اور زیادہ وزنی ہوگی ۔ اسے امام ذہبی نے عمران بن حصین سے روایت کیا ۔

علماء اور اولیاء اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اس کی محبت ہے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شانہٗ نے فرمایا :-

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا — اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ اور اس کے

اَللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اُن لوگوں کی اطاعت کرو جو اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچاتے ہیں

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام، آپ کے اہل بیت علیہم السلام اور علماءِ ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ اُن کے حقوق اگرچہ حقوق العباد میں داخل تو ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ لاحق ہیں (حکماً حقوق اللہ ہیں)۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ کوئی خدا تعالیٰ کو پہچان سکتا اور نہ ہی اُسکے حقوق ادا کر سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

لَوْلَا ھٰذَا اِنَّا اللّٰہَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا ۔

اگر اللہ تعالیٰ کتابیں نازل فرما کر اور اپنے رسول بھیج کر ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم میں سے کوئی ہدایت نہ پاتا۔ زکوٰۃ نہ دیتا اور نماز نہ پڑھتا۔

اولیاء اللہ اور علماءِ کرام ذکر اللہ میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اُن کے دیدار سے اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔ اُن کی دوستی اور دشمنی (درحقیقت) اللہ تعالیٰ سے دوستی اور دشمنی ہوتی ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔

مَنْ عَادٰی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ ۔

رَوَاہُ الْبُخَارِی عَنْ اَبِی ھُرَیْرَہ

جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ عداوت (دشمنی) کی تو میں اُس کو اپنے ساتھ جنگ کیلئے خبردار کرتا ہوں یعنی اُسکے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

ایک اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ :-

اَوْلِیَائِیْ مِنْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یُذْکَرُوْنَ بِذِکْرِیْ وَاُذْکَرُ

میرے بندوں میں سے میرے دوست وہ لوگ بھی ہیں جو میرے ذکر

بِذِكْرِهِمْ (رواه البغوی)

(حدیث نبوی میں بھی اسی طرح آیا ہے).

کی وجہ سے یاد کیے جاتے ہیں اور میں اُنکے ذکر کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہوں.

قسم دوم ⦿ حقوق العباد

حقوق العباد میں ایک دوسری قسم اُن لوگوں کے حقوق ہیں جو اللہ تعالےٰ کے بعض حقوق کے مظہر ہوتے ہیں. ایجاد (پیدا کرنے)، پرورش کرنے، روزی پہنچانے اور اِسطرح کے دیگر امور کا وہ ظاہر میں واسطہ ہوا کرتے ہیں جیسے ماں، باپ، دادے اور دادیاں وغیرہ.

جن لوگوں کے واسطہ اور ذریعہ سے اللہ تعالےٰ رزق پہنچاتا ہے یا جن کے ذریعے سے پرورش کراتا ہے یا مالی انعام کی کوئی قسم یا راحتِ بدنی یا کوئی اعزاز یا کسی قسم کی منفعت عطا فرماتا ہے تو اُن حضرات کا شکر ادا کرنا بھی والدین کے شکر کی طرح واجب و لازم ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ ۔

(رواه مسلم والترمذی عن ابی سعیدن الخدری)

جس نے انسانوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا.

مسلم اور ترمذی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا.

فصل اوّل ⦿ ماں باپ کے حقوق

ان میں سے زیادہ تر حقوق ماں باپ کے ہیں چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ

(لقمان ـ ۱۴)

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک (اچھا برتاؤ) کرنے کا حکم دیا ہے. ماں نے اُسکو پے درپے مصیبتوں اور تکلیفوں میں اُٹھائے رکھا اور برابر دو سال اُسے دودھ پلایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ :-

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً ۔ (الحدیث)	کوئی بھی نیک بیٹا جو اپنے والدین کی طرف پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کیلئے ہر نظر کے عوض ایک ایسے حج کا ثواب لکھ دیتا ہے جو گناہوں اور دیگر جنایات سے پاک و صاف ہو ۔

صحابہ نے عرض کی اگرچہ ہر روز سو مرتبہ بھی دیکھے ؟ تو فرمایا :-

نَعَمْ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اَطْيَبُ ۔	ہاں اللہ تعالےٰ بہت بڑا اور بہت پاکیزہ ہے ۔

یہ دو حدیثیں بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیں ۔

سیدنا ابن عمر نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری ایک بیوی ہے جسے میں دوست رکھتا ہوں مگر میری ماں اُسے مکروہ (ناپسند) جانتی ہے ۔ فرمایا اِس کو طلاق دے دو ۔ ترمذی و ابو داؤد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے ۔

ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے ۔ عرض کی ! ہاں زندہ ہے ۔ فرمایا اُسکی خدمت میں رہ ۔ بہشت اُس کے قدموں کے نزدیک ہے ۔ (حدیث نبوی)

إِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أَقْدَامِ أُمَّهَاتِكُمْ ۔	جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے
رواہ البیہقی عن معاذ بن جابر	امام بیہقی نے یہ حدیث معاذ بن جابر سے روایت کی ہے ۔

ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے دریافت کیا کہ ماں باپ کا کیا حق ہے ؟ فرمایا وہ تیرے لئے بہشت و دوزخ ہیں ابنِ ماجہ نے اِسکو ابی امامہؓ سے روایت کیا ۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا باپ میرے مال کی طرف محتاج ہے یعنی میرا مال لینا چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَه عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ.

تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے بے شک تمہاری اولاد تمہارا پاکیزہ ترین کسب ہے۔ تو کھاؤ اپنی اولاد کے کسب سے (کمائی سے)۔
ابوداؤد وابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے اور وہ اُسکے (عمرو بن شعیب کے) دادا سے روایت کرتے ہیں

ماں، باپ، دادے دادیوں کا نان ونفقہ (کھانے پینے کا خرچ وغیرہ ضروریاتِ زندگی) جبکہ مفلس ہوں اگرچہ کمانے کی طاقت رکھتے ہوں اُنکے اس فرزندِ ارجمند پر واجب ہے، جو عاقل، بالغ اور آزاد ہو اور کسب کرنے (کمانے) کی طاقت بھی رکھتا ہو اگرچہ اُسکے والدین کاذمی کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

صحیحین میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں میرے گھر آئی ہے اور وہ کافرہ ہے۔ کیا میں اُس کے ساتھ حُسن سلوک کروں؟ فرمایا ہاں ہاں حُسن سلوک کرو اور اُن کی رضاجوئی اور خوشنودی کیلئے اُن کے ہر حکم کی تعمیل ماسوائے معصیت اور ترکِ فرائض کے واجب و لازم ہے۔

امام ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ تعالے کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔" اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا :-

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ

اگر تیرے ساتھ تیرے ماں باپ

تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا

(الحدیث)

اسلئے لڑائی کریں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کچھ علم نہ ہو (حالانکہ تجھے میرے واحد ہونے کا علم الیقین ہے) تو اس بات میں انکی فرمانبرداری نہ کر اور دنیا میں اُن کے ساتھ حسن سلوک بدستور قائم رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔

رواہ احمد والحاکم عن عمران والحکیم عن عمرو الغفاری

خالق کی نافرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں۔

اسے احمد اور حاکم نے عمران سے اور حکیم نے عمرو الغفاری سے روایت کیا۔

اور صحیحین میں اس طرح ہے۔

لَا طَاعَةَ لِاَحَدٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ، اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ

(متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ کے بے فرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں کیونکہ طاعت اور فرمانبرداری تو فقط الٰہی امور میں ہوتی ہے اور شرعاً جائز ہو۔

فصل دوم ۔ والدین کے دوست و احباب کے حقوق

باپ کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اُسکے دوست و احباب کے ساتھ دوستی کرنا اور باپ کی غیر موجودگی میں اُن کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

وُصْلَہ کا مفہوم :۔

وُصْلَہ بندے کا وہ رویہ اور طرزِ بود و باش ہے یا رہن سہن کے وہ آداب ہیں جو خلوص و محبت میں اضافہ کا موجب ہوتے ہیں تاکہ تعلقات مزید پختہ اور مضبوط ہوں مثلاً مالی رعایت، بدنی خدمت، حُسنِ اخلاق۔

فصل سوم۔ اقرباٗ کے حقوق

ماں باپ کے منجملہ حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُنکی اولاد کے ساتھ حُسنِ معاشرت اور اچھا برتاؤ کرتا رہے یعنی ماں باپ کے بہن بھائی اور ان کی اولاد کے ساتھ نیک رویہ اور اچھا برتاؤ کرے، اسی طرح ایکے بعد الاقرب فالاقرب جتنا نسب زیادہ قریب ہوگا اتنا اُس کا حق زیادہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کئی مقامات پر فرماتا ہے کہ :۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ — قرابت والوں کے حقوق ادا کر

یہی وجہ ہے کہ (شریعت میں) ہر غنی پر واجب ہے کہ وہ اپنے اُس فقیر، مفلس مسلمان رشتہ دار کے تمام ضروری اخراجات برداشت کرے (اپنے ذمہ لے) جو کمانے اور مزدوری وغیرہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ :۔

وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ — وارث پر اخراجات واجب ہوتے ہیں اولاد کے اخراجات کی طرح۔

جو شخص اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک شخص اُس کے مالک بنتے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ کافر کیوں نہ ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ — جو شخص اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک

عُتِقَ عَلَيْهِ۔ رواه احمد و ابوداؤد والحاكم عن سمرة

بن جائے تو۔ اس پر وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے حضرت سمرہ سے روایت کیا۔

اور دو قریبی رشتہ دار عورتوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کیونکہ یہ قطع رحمی کا سبب ہے۔ رشتہ داروں میں سے جو لوگ محرم نہیں اگرچہ اُن کا نفقہ واجب نہیں ہے لیکن اُن کے ساتھ صلۂ رحم واجب اور قطع رحم حرام ہے اور ان سے مخالفت بھی جائز نہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتِ الرَّحِمُ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ: مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ بَلٰى يَارَبِّ قَالَ فَذَاكِ۔ (متفق علیہ)

ابی ہریرہ رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما کر جب فارغ ہوا تو رحم اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے رحمٰن کا دامن پکڑ لیا حق تعالیٰ نے اُس سے پوچھا کہ تو چاہتی کیا ہے عرض کی قطع ہونے سے پناہ حاصل کرنے کیلئے کھڑی ہوئی ہوں۔ فرمایا کیا تو اُس پر راضی نہیں کہ جو تجھکو ملائے گا میں اُس کو اپنے ساتھ ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کریگا میں اُس سے قطع کروں گا۔ عرض کی یارب! میں راضی ہوں فرمایا پس یہ تیرے لئے ہے

حَقْوٌ ازار بند کو کہتے ہیں اور یہ مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ یہاں مُراد یہ ہے کہ اُس نے بارگاہِ الٰہی میں پناہ طلب کی جیساکہ عرب کہتے ہیں عُذْتُ بِحَقْوِ فُلَانٍ یعنی میں نے فلاں کی پناہ حاصل کی۔

اور حدیث قدسی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ل حسنِ سلوک، حُسنِ معاشرت اور اچھے تعلقات قائم رکھنا۔ (مرتب)

أَنَا اللّٰهُ وَأَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ۔

میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں میں نے رحم کو پیدا فرمایا اور اُس کا نام اپنے نام سے رکھا پس جو شخص اس کو ملائے گا۔ میں اُسکو اپنے ساتھ ملاؤں گا اور جس نے اسکو قطع کیا تو میں بھی اُس سے قطع کروں گا۔

رواہ احمد و ابو داؤد والترمذی والحاکم عن عبد الرحمٰن بن عوف والحاکم عن ابی ھریرۃ

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے اور حاکم نے ابی ہریرہ سے بھی روایت کی۔

امام بخاری نے ابی ہریرہ رضؓ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ (الحدیث)

اللہ تعالٰی کے ساتھ رحم کا بے کیف اتصال ہے تو اللہ تعالٰی نے اُسے فرمایا کہ جس نے تجھے ملایا میں بھی اُسے ملاؤں گا اور جس نے تجھ سے قطع کیا میں اُس سے قطع کروں گا۔

صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور صحیحین ہی میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کو قطع کرنے والا بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔

اور بیہقی نے عبد اللہ بن اوفیٰ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں میں ایک قاطع رحم بن جاتا ہے تو اُن میں رحمت نازل نہیں ہوتی۔

صلۂ رحم کے واجب ہونے اور قطع رحم کے حرام ہونے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اسلئے ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے متعلق خبردار رہے (یعنی اپنے حالات سے باخبر رہے) تاکہ صلۂ رحم کرتا رہے اور قطعِ رحمی اس سے ظاہر نہ ہو۔

فائدہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی

کے حق بیٹے پر باپ کی طرح ہیں۔ یہ حدیث امام بیہقی نے سعید بن عیاض سے روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اُس شخص پر جو زمین میں فساد کرے اور اُس پر جو رحم کو قطع کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ[1] أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ۔
مُحَمَّد
(۲۲ – ۲۳)

اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رُوگردانی کی تو قریب ہے کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور قطع کرو گے اپنی قرابتوں کو (رشتے ناطے توڑ ڈالو گے) یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ پھر اُن کو کانوں سے بہرا کر دیا۔ کہ حق نہیں سُنتے اور اُن کی آنکھیں اندھی کر دیں کہ حق نہیں دیکھتے۔

---

[1] امام ابوالبرکات النسفی علیہ الرحمۃ نے تفسیر مدارک التنزیل میں آیت کا یہی مفہوم لیا ہے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ "اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ" اِنۡ أَعۡرَضۡتُمۡ وَتَوَلَّيۡتُمۡ عَنۡ دِيۡنِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتِهٖ" ان ترجعوا الی ما کنتم علیه فی الجاهلیه ... الخ (مدارک ج۔۴ ص۱۱۶/۱۱)۔ علامہ زمخشری "اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ" کی تفسیر کے علاوہ ایک دوسری تفسیر بھی بیان فرماتے ہیں۔ هَلۡ يُتَوَقَّعُ مِنۡكُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اُمُوۡرَ النَّاسِ وَتَاَمَّرۡتُمۡ عَلَيۡهِمۡ... الخ (کشاف ج۔۴ ص۳۲۵)۔ کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے اور تم لوگوں پر اور اُن کے معاملات پر امیر بن جاؤ تو تم زمین پر فساد برپا کرو گے اور اپنی قرابتیں قطع کرو گے"۔
پہلی تفسیر میں ہر ایک کو بلا امتیاز تنذیر تھی جبکہ دوسری تفسیر کے مطابق حکامِ وقت اربابِ اقتدار، رؤسا و امرائے قوم کو ایک دلنشیں اور مؤثر انداز میں اپنے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء الامت پیر کرم شاہ صاحب نے اسی دوسری تفسیر کے مطابق ترجمہ و تشریح فرمائی ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں آیت کی دونوں تفسیریں بیان کرتے ہوئے اُن کے وجوہ بھی بیان فرمائے ہیں (دیکھئے تفسیر مظہری ج۔ ۸ ص ۴۴۳/۴۴۲) چونکہ یہاں حقوق کے حوالے سے بات تھی اسلئے صرف ایک تفسیر پر اکتفا کیا گیا (مرتب)۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پر لعنت جائز فرمائی اور یزید کی بے شمار قباحتوں کے باوجود صرف اُس کے قاطع رحم ہونے کی بنا پر اِس آیۃ کریمہ سے اُس پر لعنت کے جائز ہونے کا استدلال فرمایا۔[1]

سوال:- اگر ایک رشتہ دار اپنے دوسرے رشتہ دار کے ساتھ بدسلوکی اور قطع رحمی کرے تو دوسرے کو اُس سے قطع جائز ہے یا نہیں۔

جواب:- دوسرے کو لازم ہے کہ صلہ کرے قطع نہ کرے۔ قطع رحم کا وبال قاطع رحم پر ہوگا۔ اور صلہ کی برکتیں صلۂ رحم کرنے والے کو حاصل ہوں گی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ (رواہ البخاری عن ابن عمرؓ)	صلۂ رحم کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو نیکی کے بدلے میں صلہ اور نیکی کرے بلکہ صلہ کرنے والا وہ ہے کہ اس سے قطع رحم کی جائے تو وہ صلہ اور نیکی کرے یعنی بُرائی کے عوض بھی نیکی کرے۔

بدی را بدی سہل باشد جزا ـــــــ اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ[2]

مسلم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں۔ میں اُن کے ساتھ صلۂ رحم کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے قطع کرتے ہیں اور میں اُن سے نیکی کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے بُرائی کرتے ہیں میں اُن سے حلم وحوصلہ کرتا ہوں وہ مجھ سے جہل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَادُمْتَ	جیسا کہ تونے کہا اگر ایسا ہی ہے تو گویا تو اُن کو خاکستر گرم یعنی آگ کھلا رہا ہے۔ (کہ اُن کی ہلاکت اسی میں ہے) اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری

---

[2] برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے اگر تو د بارہمت) مرد ہے تو برائی کے عوض بھی حسن سلوک کر۔ (مرتب)

[1] تفسیر مظہری ج ۸ صـ ۳۴۳ پر ملاحظہ فرمائیے۔

عَلٰی ذٰلِکَ ۔

(الحدیث)

نصرت و امداد ہوتی رہے گی جب تک تو اسی عادت پر قائم رہے گا۔

فائدہ : صلۂ رحمی کرنے کے آخرت میں ثواب کے علاوہ دنیا میں بہت سے فائدے ہیں ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُبْسَطَ رِزْقُهٗ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (متفق علیہ عن انس)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا رزق فراخ ہو اور میری نیک نامی باقی رہے تو اُسے چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے ۔

جو شخص چاہتا ہے کہ میرا رزق فراخ ہو، میری یاد باقی رہے نیک اولاد رہنے سے اور اُس کا ذکرِ خیر کرنے والوں کے باقی رہنے سے تو اُسے چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِي الْاَثَرِ رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ ۔

اپنی قرابتوں اور انساب کا علم سیکھو تاکہ تم صلہ رحم کرو کیونکہ صلۂ رحمی خاندان میں محبت کا باعث ہے اور مال زیادہ ہونے اور نیک نامی باقی رہنے کا سبب ہے روایت کیا اِس کو ترمذیؒ نے ابی ہریرہؓ سے ۔

جبکہ قاطع رحم کو عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی وبال اور مصیبت میں مبتلا رہنا پڑتا ہے ۔ چنانچہ ختم الرسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰى اَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ ۔

بادشاہ عادل کے خلاف بغاوت اور قطع رحم کے سوا کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کے سبب گنہ گار کو دنیا میں بھی اُس کا وبال اٹھانا پڑے گا اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا[1]

(حاشیہ اگلہ صفحہ پر)

امام بیہقی نے بھی حضرت ابی بکرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّ الذُّنُوبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ	ہر گناہ جو اور جیسا بھی ہو اللہ تعالیٰ
مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَّا عُقُوقَ	جسے اور جتنا چاہے گا بخش دیگا
الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يُعَجِّلُ	ماسوائے والدین کی بے فرمانی کے۔
لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ	پس اسکا وبال مرنے سے قبل دنیوی
الدُّنْيَا قَبْلَ الْمَمَاتِ۔	زندگی میں ہی آن پہنچے گا۔

فصل چہارم ۔ اساتذہ و مشائخ، سادات کرام اور دیگر بزرگوں کے حقوق

ماں باپ کے حقوق کے پیش نظر جب بہن بھائیوں اور دوسرے اقربا کے ساتھ صلہ رحم کرنا واجب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء، پیران عظام اور اساتذہ کرام کے حقوق کو پیشِ نظر رکھیں تو سادات کرام، مشائخ، پیران عظام اور اساتذہ کرام کی اولاد کی جماعت کے حقوق اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک واجب اور ضروری ٹھہرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

قُلْ لَّا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ	فرمادیجئے (اے محبوب) کہ میں تم
أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي	سے تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت
الْقُرْبٰى۔	نہیں مانگتا سوا اس کے کہ تم میرے
(الشوریٰ ۔ ۲۳)	اقرباء کے ساتھ دوستی و محبت کرو۔

اللہ تعالے نے مزید فرمایا :-

(گزشتہ صفحہ سے بقیہ) ۱؎ معلوم ہوا کہ قطع رحمی اور حاکم عادل کے خلاف بغاوت دو ایسے گناہ کبیرہ ہیں جن کا عذاب دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں دیا جائے گا۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۔ الزخرف ــــ ۸۱

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں سے) فرمادیجئے (جو اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت کرتے ہیں) کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے اُسکی عبادت میں ہی کرتا۔[1] (حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس کسی کا حق کسی کے ذمہ ہو تو اُسے چاہیے کہ حقدار کی اولاد کا حق بھی ادا کرے۔

سوال :۔ پیرانِ عظام اور سادات کرام کی اولاد میں سے کوئی (العیاذ باللہ) فاسق، کافر یا رافضی ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔؟

جواب :۔ اگر فاسق ہو تو نصیحت کرنی چاہیے اور حقوق بھی ضرور ادا کرنے چاہئیں۔ اگر رافضی یا ایسے بدعقیدہ بن جائیں جو کفر تک پہنچ جائیں تو اس کے ساتھ دوستی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (الممتحنۃ ۱۳)

اے مسلمانو! اُس قوم کے ساتھ دوستی نہ کرو جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یقیناً وہ لوگ تو نا امید ہو چکے ہیں آخرت سے جس طرح قبروں والے کُفار نا امید ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے کے متعلق فرمایا :۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ھود ۔ ۴۶

کہ وہ تمہارے اہل و عیال سے نہیں ہے کیونکہ اُس کے اعمال نیک نہیں ہیں

---

[1] یہاں طرزِ استدلال یہ ہے کہ ماں باپ کا جو استحقاق ہوتا ہے اولاد کا بھی وہی استحقاق ہوتا ہے۔ چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا خاص استحقاق ہے۔ اسلئے اگر بالفرض اسکی اولاد ہوتی تو وہ بھی مستحق عبادت ٹھہرتی اور سب سے پہلے میں ہی اسکی اولاد کی عبادت کر کے اُن کا حق ادا کر دیتا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اولاد سے پاک ہے۔ لہذا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کرتا۔ (مرتب)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

إِنَّ آلَ أَبِي فُلَانٍ لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا

(متفق علیہ عن عمرو بن عاص)

آل ابی فلاں میرے ولی و دوست نہیں ہیں میرے دوست اللہ تعالٰی اور صالح مومنین ہیں لیکن اُن کو میرے ساتھ قرابت ہے اسلئے میں اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سادات و مشائخ کی اولاد یا اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی اگر کافر بن جائے یا الیسا رافضی یا خارجی ہو جائے کہ کفر تک پہنچ جائے تو اُن سے دوستی ہرگز نہیں کرنی چاہیے لیکن صلہ اور احسان سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

(الممتحنہ - ۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم اُن کے ساتھ احسان کرو اور اُن کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

یعنی ذمی کافروں کے ساتھ بھی احسان و مروت سے منع نہیں کیا گیا [1]

---

[1] تو اہل اسلام میں سے کسی کو مسلم قرابت دار کے ساتھ حسن سلوک اور احسان و مروت سے کیونکر روکا جاسکتا ہے۔ (مرتب)

فصل پنجم :-

دُودھ پلانے والی کے حقوق

دودھ پلانے والی کا حق والدین کے حق کے ساتھ لاحق ہے[1]۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے رضاع کے ساتھ وہی چیزیں حرام فرمائی ہیں جن کو نسب سے حرام فرمایا مثلاً دو رضائی بہنیں ایک نکاح میں حرام فرمائیں جیسا کہ نسبی بہنوں کا ایک نکاح میں بیک وقت جمع ہونا حرام ہے تاکہ قطع رحم کا موجب نہ ہو۔

ابی داؤد نے ابی الطفیل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دودھ پلانے والی کو اپنی چادر مبارک بچھا کر اُس کے اوپر بٹھایا کرتے تھے۔

قِسمِ ثالث ہ حاکم اور سُلطان کے حقوق رعایا پر

حقوق میں سے ایک اور قسم اُن لوگوں کے حقوق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قہاری اور مالکیت کا مظہر بنایا جیسے حاکم، قاضی وغیرہ۔

اور وہ حقوق مسلمان حاکم، مسلمان امیر اور قاضی کے حقوق ہیں جو پوری قوم پر واجب ہوتے ہیں۔ اور زوجہ پر شوہر کے حق، غلام و نوکر پر اُس کے مالک و آقا کے حق اور اہل و عیال پر سربراہ خانہ کے حقوق بھی اِسی قِسم سے ہیں کیونکہ مُلک، شہر اور گھر کا تمام نظام تنہا اُسی ایک کی غالب قوت سے تعلق رکھتا ہے۔

---

[1] جو حقوق حقیقی والدین کے ہیں وہی حقوق اور احترام و اکرام رضائی ماں باپ کے ہیں دونوں کے احکام تقریباً یکساں ہیں سوائے تقسیم وراثت کے۔ (مرتب)

فصل اوّل
اُمرائو حُکام کی اطاعت کا وجوب

حاکم وقت، امیر شہر اور امیر لشکر کی اطاعت رعایا پر واجب ہے جب تک خلاف شرع حکم نہ کریں اگرچہ رعایا کی طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (النساء: ۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے اُولی الامر کی بھی فرمانبرداری کرو۔

حاکم وقت، امیر شہر اور امیر لشکر جب مسلمان ہوں تو اولی الامر میں داخل ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ (بِذا "محذوف ہے")

(متفق علیہ عن ابی ھریرۃ)

جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے (اپنے) امیر کی فرماں برداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی نافرمانی (حکم عدلی) کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ امیر تو لوگوں کیلئے ڈھال ہوتا ہے اس کے ساتھ رہ کر کفار سے جہاد کیا جاتا ہے، ان کے ساتھ پناہ حاصل کی جاتی ہے پس اگر وہ عدل و تقویٰ قائم رکھتا ہے تو اُسے ثواب اور اگر اسکے علاوہ کچھ اور کریگا تو اُس کا گناہ اسی پر ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ۔ رواہ البخاری عن انس

سُنو اور فرمانبرداری کرو (امیر کی) اگرچہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو حاکم بنا دیا گیا ہو جس کا سر انگور کے دانے کی طرح سیاہ اور چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:۔

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔

متفق علیہ عن ابن عمر وعن علی نحوہٗ۔

مُسلم امیر کا حکم سُننا اُس پر عمل کرنا ہر مُسلمان پر واجب ہے اگرچہ اُس کا حکم پسند ہو یا ناپسند، ہو جب تک گناہ کا حکم نہ کرے جب گناہ کا حکم دے تو کوئی سمع واطاعت واجب نہیں۔ بخاری ومسلم نے ابن عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ إِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ (متفق علیہ عن ابن عباس۔)

جو شخص اپنے حاکم سے کوئی ناپسندیدہ عمل دیکھے تو اُسے اُس پر صبر کرنا چاہیئے[1] اِس لئے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کی جماعت سے (بغاوت کرتے ہوئے) بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا پھر اُسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

---

[1] بغاوت نہ کرے بلکہ بطریق احسن اُسکی اصلاح کرتا رہے تاکہ وحدتِ اسلامی قائم و دائم رہے۔ ہاں اگر اُسکے اقدامات سے دینِ اسلام کو خطرہ پیدا ہونے لگے تو اب شرعی طریقہ سے اِسلامی مجلسِ شوریٰ کے ذریعے امیر یا حاکم کو معزول کیا جاسکتا ہے۔
بہر حال عوام الناس کی جانب سے ایسا کوئی اقدام شرعاً جائز نہیں جو اِسلامی وحدت اور مسلمانوں کی اجتماعیت کیلئے نقصان دہ ہو۔ (مرتب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَۃً وَّاُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اَدُّوْا اِلَیْهِمْ حَقَّهُمْ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ حَقَّکُمْ

(متفق علیہ عن ابن مسعود)

عنقریب تم میرے بعد بادشاہوں میں نفس پروری اور ناپسندیدہ ف امور دیکھوگے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا تم اُن کے حقوق ادا کرنا اور اپنے حقوق اللہ تعالیٰ سے مانگنا (یہانتک) مسلم نے ابن مسعود سے روایت کی۔

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ ہمارے امیر اپنے حقوق ہم سے طلب کریں اور ہمارے حقوق ہمیں ادا نہ کریں (تب بھی)۔ تو ارشاد فرمایا۔

اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ

(رواہ مسلم عن وائل بن حجر)۔

اُن کا حکم سنو اور اطاعت کرو! پس اُن پر وہی واجب ہے جو (اللہ تعالیٰ) نے اُن کے ذمہ واجب فرمایا (عدل و انصاف اور رعیت پروری) اور تم پر وہی واجب ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمہ واجب فرمایا (اطاعت و فرمانبرداری)

فصل دوم : قاضی اور جج حضرات کے حقوق

اگر قاضی شریعت کے موافق حکم کرے تو خوشی اور کھلے دل سے قبول کرنا واجب ہے۔

ف خلافِ شرع ہونے کی وجہ سے وہ امور تمہیں ناپسند ہوں گے۔ (مرتب)

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں :

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔ (النساء : ٦٥)

(اے حبیب) تیرے رب کی قسم وہ ایماندار ہو ہی نہیں سکتے جب تک وہ تمہیں اپنے باہمی نزاعات و اختلافات میں اپنا حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دلوں میں تنگی و ناخوشی بھی محسوس نہ کریں اور دل و جان سے اسے برحق تسلیم کرلیں ۔

اور ھدایہ میں ہے کہ اگر قاضی یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو اس کو سنگسار کر یا اس کے ہاتھ کاٹ دے یا اس کو کوڑے لگا تو قاضی کے حکم کی تعمیل جائز اور ضروری ہے

امام ابو منصور فرماتے ہیں کہ اگر قاضی عالم و عادل ہے تو (بلا تردد و بلا توقف) تعمیل حکم کرے اور اگر جاہل و عادل ہو تو اسکی وجہ دریافت کی جائے ۔ اگر وجہ معقول بتائے تو تعمیل حکم کیجائے ورنہ نہیں اور اگر فاسق ہے تو جب حکم کا سبب معقول نہ پائے ، تعمیل نہ کرے ۔

فصل سوم : شوھر کا حق زوجہ پر

عورت پر اس کے شوہر کے حقوق کے بیان میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

(رواہ الترمذی و ابو داؤد و نحوہ عن قیس بن سعد و احمد عن ابی هریرہ)

اگر میں کسی کو کسی اور کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے (ترمذی اور ابو داؤد اور دیگر ائمہ نے قیس بن سعد سے اور احمد نے ابی ہریرہؓ اور معاذ سے روایت کی ۔

نیز ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت فوت ہوئی اور اس کا خاوند اس پر راضی ہے تو وہ بہشت میں داخل ہوگی۔

ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، پاکدامن رہے اور خاوند کی تابع دار رہے تو وہ بہشت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

امام احمد نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی کو میں سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو یہ حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اگر خاوند زوجہ کو حکم دے کہ سیاہ پہاڑ سے سفید پہاڑ تک اور سفید پہاڑ سے سیاہ پہاڑ تک پتھر لے جائے تو اسے چاہیے کہ ایسا ہی کرے (حکم بجا لائے)۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف و ایذا دیتی ہے تو حورانِ بہشتی اسے کہتی ہیں کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو، یہ شخص تیرے پاس تو مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔

فصل چہارم : مالک کے حقوق غلاموں اور نوکروں پر

غلام پر اس کے مالک اور آقا کے حقوق کے بیان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ سَیِّدَهٗ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ (رواہ البخاری و مسلم عن عبداللہ بن عمرؓ)	غلام جب اپنے مالک، آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی عبادت بہترین طریقے سے کرے تو اسکو دوگنا ثواب ملے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

نِعِمَّا لِلْمَمْلُوكِ أَنْ يَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ بِحُسْنِ عِبَادَةِ رَبِّهِ وَطَاعَةِ سَيِّدِهِ نِعِمَّا لَهُ (متفق علیہ عن ابی هريرة رض)

بہت خوش نصیب ہے وہ غلام جو اس حال میں مر گیا کہ وہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے آقا کی اطاعت احسن طریقے سے کرتا تھا اور وہ بہت ہی خوشحال ہے (بخاری مسلم نے ابی ہریرۃ سے روایت کی)

سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ وَفِي رِوَايَةٍ أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ - (رواه مسلم عن جرير)

جب غلام بھاگ (فرار ہو جائے اسکی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو غلام اپنے مالکوں سے بھاگ گیا تو وہ یقیناً کافر ہوا جب تک ان کے پاس واپس نہ لوٹ آئے یعنی ناشکر گزار احسان فراموش ہو گا۔ (مسلم نے حضرت جریر سے روایت کی)

بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوگی ۱ وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگ جائے جب تک اُس کے پاس واپس نہ آئے ۲ وہ عورت جس کا خاوند اس پر راضی و خوش نہ ہو ۳ مست شخص جب تک ہوش میں نہ آئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا أَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهِ (رواه ابو داؤد عن ابی هريرة)

جس شخص نے کسی عورت کو اس کے خاوند سے بہکایا۔ یا کسی غلام کو اسکے مالک سے ورغلایا تو وہ ہم میں سے نہیں

قسم چہارم

محکوم کے حقوق حاکم پر

حقوق العباد کی ایک قسم رعایا کے وہ حقوق ہیں جو بادشاہ، حاکم اور قاضی پر واجب ہوتے ہیں نیز زوجہ کے حقوق شوہر پر، چھوٹی اولاد کی تعلیم و تربیت کے حقوق والدین پر، اور غلاموں کے حقوق اُن کے آقاؤں اور مالکوں پر واجب ہوتے ہیں۔

یہ تمام حقوق اللہ تعالےٰ کی امانتیں ہیں جب کہ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنی بے نیاز ذات والاصفات پر اپنے بندوں کیلئے رحمت واجب فرمائی ہے پس دنیا میں جس کسی کو بھی اُس نے مالک و محافظ بنایا تو اس پر بھی یہی (رحمت کرنا) واجب فرمادیا:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ
مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْإِمَامُ
الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ
مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ
رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ
مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ
رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا
وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا
وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ
سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ
اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ
مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

(متفق علیہ عن عبداللہ بن عمر)

خبردار رہو! تم میں سے ہر ایک سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا (کہ اُس نے انکی خبر گیری کی تھی یا اُن کو آوارہ چھوڑ دیا تھا) بادشاہ ملک کے تمام لوگوں کا محافظ ہے۔ اُس سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، ہر مرد اپنے افرادِ خانہ پر نگہبان ہے اُس سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُسکی اولاد پر نگہبان ہے اُس سے اُسکی اپنی رعایا کے بارے سوال ہوگا، کسی کا غلام اپنے مالک کے مال پر محافظ ہے اُس سے اُسکی اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، خبردار رہو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔

فصل اوّل ⊙ رعیّت کے حقوق بادشاہ اور امیر پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّتَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

(متفق علیہ عن معقل بن یسار)

جو مسلم حکمران مسلم قوم کا حاکم تو بن جائے مگر قوم کی فلاح وبہبود کے کام کئے بغیر مرگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام فرمادی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ۔

رواہ مسلم عن عائشہ

اے بارِ خدایا! جو کوئی بھی میری امت کے معاملات کا متولی و حاکم بنا پھر وہ میری اُمت پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر اور جو کوئی میری اُمت کے معاملات کا حاکم و متولی بنے اور وہ اس پر نرمی کرتا ہے تو تو بھی اُس پر نرمی اور مہربانی فرما۔

مسلم نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدل وانصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے ممبروں پر ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو حکم دیتے ہیں، حکمران بناتے ہیں اور اُن تمام امور میں جن پر اُن کو والی بنایا گیا ہے اور جس کا اُن کو حکم دیا گیا ہے اُن تمام امور میں عدل و انصاف کرتے ہوں۔

دارمی نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دس افراد میں سے جو بھی اُن کا سردار و سربراہ ہوگا بروزِ قیامت اُس کو گردن کے پیچھے اُس کے دونوں ہاتھ باندھ کر لایا جائے گا تاوقتیکہ اُس کو (اُس کا اپنا) عدل

و انصاف رہائی دلائے یا (اُس کا کیا ہوا) ظلم اُسے ہلاک کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ وَإِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَشَدَّهُمْ عَذَابًا إِمَامٌ جَائِرٌ

(رواه الترمذی عن ابی سعید)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بروزِ قیامت بلحاظِ مرتبہ سب سے زیادہ محبوب و مقرب حاکم عادل ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کو بروزِ قیامت سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین عذاب میں مبتلا حاکم ظالم ہوگا۔

ترمذی نے ابی سعید سے روایت کی۔

رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ يَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُومٍ مِنْ عِبَادِهِ فَإِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَإِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ۔

(رواه البیہقی عن ابن عمر)

بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اُسکی طرف اگر پناہ لیتا ہے۔ اگر اُس نے عدل و انصاف کیا تو اُسے ثواب ہوگا اور رعیت پر شکر واجب ہوا اور اگر اُس نے ظلم کیا تو اُس پر عذاب ہوگا اور رعیت پر صبر واجب ہے

امام بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی۔

فصل دوم ۔ رعایا کے حقوق قاضی پر

قاضی کو حق پر فیصلہ کرنا فرض ہے ۔ خلاف شرع فیصلہ کرنا کفر کے قریب ظلم اور فسق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

(۱) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ (المائدہ - ۴۴)

جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلہ نہیں کرتے تو یہی لوگ کافر ہیں۔

(۲) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ (المائدہ ۔ ۴۵)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلے نہیں کرتے یہی لوگ ظالم ہیں۔

(۳) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (المائدہ ۔ ۴۷)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو یہی لوگ فاسق ہے ۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ ۔ (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ عن بریدہ)

قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک جنتی اور دو جہنمی ۔ وہ قاضی جو بہشت میں ہونگے ۔ یہ وہ شخص ہوتا ہے جو حق پہچانے اور اسی کے موافق فیصلہ کرے (لیکن) وہ شخص جو حق پہچانتا تو ہے مگر فیصلہ کرنے میں ظلم کرتا ہے (حق کے موافق حکم نہیں کرتے) یہ بھی دوزخ میں ہیں ۔ اور جو جاہلانہ فیصلے کرتے ہیں یہ بھی دوزخ میں۔

---

[1] ان ما القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے مطابق یہاں فاسق اور ظالم سے بھی وہی کافر مراد ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے (قدیم)

اور ابو داؤد ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قاضی بنا پھر اُس کا عدل اُسکے ظلم پر غالب رہا تو اس کیلئے بہشت ہے. لیکن اگر اس کا ظلم اُس کے عدل پر غالب ہو گیا تو وہ دوزخ میں ہو گا.

فصل سوم ۱ ○ زوجہ کے حقوق شوہر کے ذمہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ -

(البقرہ - ۲۲۸)

اور اُن کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ

رواہ الترمذی عن عائشہ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ -

اہل ایمان میں سے زیادہ کامل ایمان وہ شخص ہے جو اعلیٰ اخلاق کا مالک ہو اور اپنے اہل وعیال پر بہت مہربان ہو۔ ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اور ابی ہریرہؓ سے اس کے ہم معنیٰ حدیث بھی روایت کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ.

(رواہ الترمذی عن عائشہ)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کیلئے سب سے زیادہ بہتر ہوں

جناب معاویہ قشیری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ عورت کا خاوند کے ذمہ کیا حق ہے ؟ فرمایا مرد جیسا خود کھائے ویسا زوجہ کو کھلائے. جیسا کپڑا خود

پہنے ویسا ہی اُسکو پہنائے، منہ پر اُس کو نہ مارے اور برا بھلا بھی نہ کہے۔ اُس کو اکیلا چھوڑ کر بوجہ ناراضگی دوسرے مکان میں نہ چلا جائے بلکہ اُسی مکان میں رہے[1]۔ اسے احمد، ابی داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا "آج رات بہت سی عورتیں میرے گھر آئیں اور اپنے شوہروں کی شکایات کیں، وہ مرد اچھے لوگ نہیں ہیں[2]۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے اس کو ایاس بن عبداللہ سے روایت کیا۔

فصل چہارم ۰ اولاد پر شفقت کرنے کے بیان میں

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا	جس نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک
جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا	پرورش کی تو وہ اور میں بروزِ قیامت
وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ	اِس طرح آئیں گے اور آپ نے
اَصَابِعَهٗ. رواہ مسلم عن انس۔	دو انگلیاں باہم ملا دیں۔

---

[1] یعنی زوجہ پر خاوند ناراض ہو جائے تو زوجہ کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر کسی دوسرے گھر نہ چلا جائے بلکہ اُسی گھر میں رہے (دیگر تمام حقوق و فرائض بدستور ادا کرتا رہے) البتہ اگر چاہے تو چند روز بستر الگ کر لے۔

[2] پورا قصہ یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو نہ مارو۔ اس کے چند دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی کہ عورتیں اس قدر دلیر ہو گئی ہیں کہ مردوں پر بدزبانی کرنے لگی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تادیباً مارنے کی اجازت فرما دی۔ اس کے بعد بہت ساری عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں حاضر ہوئیں، اور اپنے مردوں کی شکایات پیش کیں جس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ مرد اچھے لوگ نہیں ہیں"۔ (قدیم)

پتہ چلا کہ جب تک بندہ اعتدال میں رہے۔ حدود سے تجاوز نہ کرے (مرد ہو یا عورت) تو وہ اللہ تعالے اور اُس کے رسول کو پسند بھی ہوتا ہے اور سزا وغیرہ سے محفوظ بھی۔ لیکن جب وہ راہِ اعتدال چھوڑ کر کج روی کرنے لگے تو وہ پھر تعزیری ضرب کا مستوجب ہوتا ہے۔ دوسرا یہ سبق ملا کہ مردوں کو اپنی خداداد فوقیت پر عجُب اور اترانا نہیں چاہیے اور نہ ہی قاہر اور جابر بن جانا چاہیے اور خواتین کو بھی اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے شوہروں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینا چاہیے۔ (مرتب)

اور صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اُس کے ساتھ دو بیٹیاں بھی تھیں اور مجھ سے کچھ کھانے کو مانگا لیکن اُس وقت میرے پاس ایک دانہ کھجور کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہی اُس کو دے دیا۔ پھر اُس عورت نے کھجور کے دانہ کو دو حصے کر کے اُن لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا اور چلی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو میں نے قصہ درست طور پر عرض کیا تو فرمایا:۔

مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ ۔

جو کوئی بیٹیوں کے ساتھ آزمایا جائے (بیٹیاں زیادہ رکھتا ہو یا بہنیں) پھر وہ اُنکے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے تو وہ اُس کیلئے آگ سے پردہ بن جائینگی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ سے صحیحین میں یہ بھی روایت ہے کہ ایک دہقان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کیا آپ اولاد کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو بوسہ نہیں دیتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ

اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت و شفقت دور کر دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

فصل پنجم: غلاموں نوکروں کے حقوق اُن کے مالکوں اور آقاؤں کے ذمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إخوانكم جعلهم الله تحت أيديكم فمن جعل الله أخاه تحت يديه فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس ولا يكلفه من العمل ما يغلبه فإن كلفه ما يغلبه فليعنه عليه۔

(متفق علیہ عن ابی ذر)

تمہارے بھائی ہیں وہ بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے زیردست (ماتحت) کردیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے جس کو اُسکے بھائی کا مالک بنایا تو اُس کو (مالک کو) چاہیے کہ اپنے ماتحت کو اُسی میں سے کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اُسی میں سے اُس کو پہنائے جو خود پہنتا ہے اور اُسکی طاقت سے زیادہ مشکل کام کا حکم نہ دے۔ ہاں اگر اُسے کسی بھاری کام کا حکم دینا پڑجائے تو خود بھی اُس کی امداد کرے اور ہاتھ بٹائے۔

حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إذا صنع لأحدكم خادمه طعامه ثم جاء وقد ولي حره ودخانه فليقعده معه فليأكل فإن كان الطعام

جب تمہارے خادم نے طعام تیار کرکے تمہارے سامنے پیش کیا تو چونکہ اُس نے آگ کی طپش اور گرمی دھوئیں کی مشقت برداشت کی اسلیے چاہیے کہ اُس کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائیں

مَسَّتْهُ يَدَاهُ ... مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِيْ يَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَانِ۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃؓ)

اگر کھانا کم اور کھانے والے زیادہ ہوں تو اُس کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْکَهٗ وَهُوَ بَرِیْءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (متفق علیہ عن اَبِیْ هُرَیْرَةَ)

جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی حالانکہ وہ اُس سے پاک ہو تو قیامت کے دن اُس کو کوڑے مارے جائیں گے۔ [1]

حضور اکرم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا۔

مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهٗ حَدًّا لَمْ یَأْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَاِنَّ کَفَّارَتَهٗ اَنْ یُّعْتِقَهٗ۔ رواہ مسلم عن ابن عمرؓ

جس نے اپنے غلام کو اُس جرم کی سزا دی جس کا وہ مرتکب ہی نہیں تھا یا اُس کو تھپیڑ مارا تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ اُسے آزاد کر دے۔

اور مسلم نے ابو مسعود سے روایت کیا کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے میں نے آواز سُنی کہ اے ابا مسعود! اللہ تعالے تجھ پر اِس سے زیادہ قادر ہے۔ جتنا تو اُس غلام پر قدرت رکھتا ہے۔ جونہی میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے اِس کو خدا کیلئے آزاد کر دیا۔ فرمایا اگر ایسا نہ کرتا تو آگ تجھے ضرور پہنچتی۔

---

[1] غلام پر جھوٹی تہمت لگانے والے کو۔ یعنی کسی نے اگر اپنے زرخرید غلام پر زنا کا جھوٹا الزام لگایا تو اُس الزام اور تہمت لگانے والے مالک پر اس دنیا میں تو حدِ قذف نہیں ہے البتہ بروزِ قیامت اُسے حدِ قذف پر کوڑے مارے جائیں گے۔ لیکن عہدِ حاضر میں غلاموں کی جگہ نوکروں اور خادموں نے لے لی ہے تاہم اُن کے احکام غلاموں والے احکام نہیں ہیں۔ کسی کے تنخواہ خوار نوکر ہونے کے باوجود یہ آزاد رہتے ہیں۔ غلام نہیں بن سکتے اور تنخواہ دینے والا اُن کا مالک نہیں بن سکتا یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے نوکر پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ نوکر اُس فعلِ شنیع سے بری تھا تو اس جھوٹے الزام لگانے والے پر اسی دنیا میں اسلامی عدالت حدِ قذف نافذ کرے گی جو سو کوڑے ہیں۔ (مرتب)

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری کلام یہ تھی کہ فرما رہے تھے۔

اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ - رواہ البیھقی فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اُمِّ سَلمہ وَاَحْمَد وَابوداؤد عن علی نحوہ

نماز کی حفاظت کرو۔ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے غلاموں کے حقوق کی حفاظت کرو۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ام سلمہ سے روایت کیا۔ اور احمد، ابوداؤد نے علی سے اسی کے ہم معنے روایت کیا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ یَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَاَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِیْفِ وَشَفْقَةٌ بِالْوَالِدَیْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَی الْمَمْلُوْكِ رواہ الترمذی عن جابر

جس میں یہ تین صفات ہوں گی، اللہ اُس پر اسکی موت آسان کردے گا۔ اور اُسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ کمزور پر مہربانی، ماں باپ پر شفقت اور غلاموں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک

ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خادم سے کتنی بار قصور معاف کردینا چاہیے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ (اس سوال کا) جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ فرمایا۔ ہر روز ستر بار معاف کردیا کرو۔ یہ حدیث ترمذی نے ابن عمر سے اور ابوداؤد نے سیدنا عمر سے روایت کی۔

اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خبردار ہوکر سنو! میں تم کو تمہارے سب سے زیادہ بدبخت کی خبر دیتا ہوں۔ تمہارا سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جو اکیلا کھاتا ہے، غلاموں کو مارتا ہے اور اپنا رفد بھی کسی کو نہیں دیتا۔ (رزین نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی)۔

"رفد" کا معنیٰ اعانت اور مدد کرنے کے ہیں۔ قریش میں رسم تھی کہ ہر شخص اپنی اپنی طاقت کے مطابق مال لے آتا جب بہت سارا مال جمع ہوجاتا تو اُس سے طعام

اور کشمش خرید لیتے تھے۔ پھر حج کے موسم میں یہی طعام لوگوں کو کھلاتے اور شربت پلاتے پس "رفد" اُس مال کو کہتے ہیں جس کو شہری لوگ مسافروں، مسکینوں اور نو وارد مہمانوں کیلئے جمع اور محفوظ رکھیں۔

فصل ششم ۞ مملوک جانور کے حقوق

مملوک اگر جانور ہو تو اُس پر بھی احسان کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاغر اونٹ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِی هٰذِهِ الْبَهَائِمِ	اِن بے زبان جانوروں کے حق میں
الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا	اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ احسان اور
صَالِحَةً وَاتْرُكُوهَا صَالِحَةً	حُسنِ سلوک کے ساتھ اُن پر سواری کرو
رواہ ابو داؤد عن سہل بن حنظلہ	اور بہتری اور احسان کے ساتھ انکو چھوڑ دو

قسم پنجم: ہمسایہ، دوست اور ہمسفر کے حقوق

حقوق العباد میں سے ایک اور قسم ہمسایہ، دوست، ساتھی اور ہمسفر کے حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب و معیت کو ظاہر کرنے والے ہیں چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا	اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور نہ شریک
بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ	بناؤ اُس کے ساتھ کسی شئی کو اور ماں
اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَ	باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو نیز رشتہ
الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ	داروں، یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ
ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ	دار ہمسایہ اور غیر رشتہ دار پڑوسی
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ	اور ہم مجلس اور مسافر اور جو غلام اور

السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (النساء - ۳۶) کنیزائیں تمہارے قبضہ میں ہیں ان سب کے ساتھ حسنِ سلوک کرو!

کلماتِ قرآنی کی مزید تشریح

اَلْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی - عزیز رشتہ دار قریبی ہمسایہ جس کا گھر اپنے گھر کے متصل یا قریب ہو اور وہ ہمسایہ جو قریبی رشتہ دار ہو (دونوں مراد ہیں) اُنکے ساتھ بھی احسان اور حُسنِ سلوک کا حکم ہے

اَلْجَارِ الْجُنُبِ :- وہ ہمسایہ جو دور کا رشتہ دار ہو یا رشتہ دار تو نہ ہو مگر دور کی ہمسائیگی ہو (یہ بھی دونوں مراد ہیں) ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور احسان کرنے کا حکم ہے۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ :- دوست، ہم مجلس، اور رفیقِ سفر[1]

ابنِ عباس، مجاہد اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ "الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" سے مُراد ہم سفر ہے۔ علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زوجہ اور مسافر مراد ہیں جبکہ ابن السبیل سے مُراد مہمان ہیں۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَلْجِیْرَانُ ثَلٰثَۃٌ، فَجَارٌ لَہٗ ثَلٰثَۃُ حُقُوْقٍ حَقّ — ہمسائے تین قسم ہیں۔ ایک وہ پڑوسی ہے جس کے تین طرح کے حقوق ہیں

---

[1] الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ سے دوست، ہم مجلس، رفیق سفر اور زوجہ کے علاوہ ہم سبق، ہم پیشہ، ہم درس بھی مراد ہیں (مظہری، مدارک، کشاف) قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ وَابْنُ زَیْدٍ اَلَّذِیْ یَصْحَبُکَ رَجَاءَ نَفْعِکَ فَیَشْتَمِلُ التِّلْمِیْذَ وَتِلْمِیْذَ اُسْتَاذِہٖ (تفسیر مظہری ص ۱۰۲) - ابن جریج اور ابن زید فرماتے ہیں کہ الصاحب بالجنب سے وہ شخص بھی مراد ہے جو تجھ سے نفع مستفید ہونے کی امید پر تیرے ساتھ رہے لہٰذا شاگرد اور استاد بھائی کو بھی لفظ شامل ہے جبکہ ابن السبیل سے مسافر کے علاوہ مہمان بھی مراد ہے (عند الاکثر۔ جلالین شریف، مدارک، مظہری)۔

(مرتب)

الْجِوَارِ وَحَقُّ الْقَرَابَةِ وَحَقُّ الْإِسْلَامِ وَجَارٌ لَهُ حَقَّانِ، حَقُّ الْجِوَارِ وَحَقُّ الْإِسْلَامِ وَجَارٌ لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ وَهُوَ الْمُشْرِكُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ۔ رواه ابونعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفیان والبزار فی مسندیہما عن جابر۔

حق ہمسائیگی، حق قرابت (رشتہ داری) اور حقِ اسلامی۔ ایک وہ ہمسایہ ہوتا ہے جس کے دو حق ہوتے ہیں۔ حق ہمسائیگی اور حق اسلامی اور ایک وہ ہمسایہ ہوتا ہے جس کا صرف ایک حق ہوتا ہے وہ اہلِ کتاب میں سے مشرک ہمسایہ ہے جس کو فقط حق جوار حاصل ہے۔ حلیہ میں ابونعیم نے اور حسن بن سفیان اور بزار نے اپنے اپنے مسند میں جابر سے روایت کیا۔

ابنِ عدی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَمْ مِنْ جَارٍ يَتَعَلَّقُ بِجَارِهِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ! إِسْئَلْ هٰذَا لِمَ أَغْلَقَ عَنِّيْ بَابَهُ وَمَنَعَنِيْ فَضْلَهُ۔ رواه الاصفہانی عن ابن عمر۔

بہت سارے ہمسائے اپنے پڑوسیوں کو بارگاہ رب ذوالجلال میں عرض کریں گے کہ اے میرے رب! اس سے ذرا پوچھئے تو کہ اُس نے مجھ پر اپنا دروازہ کیوں بند کیا تھا اور اپنا بچا ہوا کھانا مجھے کیوں نہ دیا تھا۔

اور بخاری ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھ کو ہمسایہ کے بارے میں ہمیشہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ عنقریب اللہ تعالےٰ اس کو وارث بنا دیگا۔ اور مسلم حضرت ابی ذر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو گوشت پکائے تو شوربہ زیادہ بنا اور ہمسایوں کو بھی دے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ!

صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسائے ہیں۔ میں ان میں سے کس کو ہدیہ، تحفہ دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ
اِلٰى جَارِهٖ وَمَنْ كَانَ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ
كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ۔
رَوَاهُ الْبَغَوِيُّ وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ
عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهٗ

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے تو لازم ہے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے[1] اسے بغوی نے روایت کیا اور صحیحین میں ابی ہریرہ سے اس کے ہم معنی روایت کیا گیا۔

اے مخاطب اللہ تعالیٰ تجھے دارین میں سعادت اطوار بنائے۔ ذرا غور تو کر کہ جب وہ ہمسایہ جو اپنے گھر کا دروازہ علیحدہ رکھتا ہے وہ اس قدر حق رکھتا ہے تو ہم صحبت اور ہمسفر کے حقوق تو بطریقِ اولیٰ واجب ہوئے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم صحبت و ہمسفر ہونے کی بنا پر اپنے صحابہ کرام کے بہت ہی مناقب و فضائل بیان فرماتے ہیں اور ان کی محبت و تعظیم کیلئے بہت تاکید فرمائی ہے لیکن واجب ہے کہ ہم نشینی اور دوستی نیکوں کے ساتھ ہو، کافروں اور فاسقوں کے ساتھ نہ ہو اسلئے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ
وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ
وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ

نیک اور برا دوست یا ہمسایہ عطر فروش اور لوہار کی بھٹی میں پھونکنے والے کی طرح ہے کیونکہ کستوری فروش یا تو

---

[1] بے ہودہ اور بے فائدہ بات نہ کہے۔

اَلْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ رِيْحًا طَيِّبَةً. وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً" متفق علیه عن ابی موسیٰ

وَفِيْ رِوَايَةٍ يُّحْرِقُ بَيْتَكَ اَوْ ثَوْبَكَ اَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً

تجھے خود ہی دے گا یا تو اُس سے خرید لے گا ورنہ کم از کم اُسکی پاکیزہ خوشبو تو ضرور تجھ تک پہنچے گی لیکن لوہار کی بھٹی میں پھونکنے والا دوست! یا تیرے کپڑے جلائے گا یا تو اُسکی بدبو تو ضرور پالے گا۔ متفق علیہ ابی موسیٰ سے

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تیرا گھر یا تیرے کپڑے جلائے گا ورنہ کم از کم اُسکی گندی بدبو تو ضرور تجھ تک پہنچے گی۔

اور اسی طرح حاکم اور ابو داؤد نے حضرت انس سے اور وہ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نیک ہمسایہ عطر فروش کی مانند ہے اگر تجھے عطر اور کستوری نہ بھی دے گا تو اُسکی خوشبو تجھکو ضرور پہنچے گی۔

اور احمد، ابو داؤد، ترمذی اور حاکم ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانِ کامل ایمان کے بغیر کسی سے ہم نشینی نہ کر اور تیرا طعام متقی اور پرہیزگار ہی کھائیں۔

اور بغوی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین اور مذہب پر ہوتا ہے پھر دیکھ لے (یعنی پہلے تحقیق کر لے) کہ تیری دوستی کس کے ساتھ ہے۔

اسی طرح صحیحین میں ابنِ مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

انسان جس کو دوست رکھتا ہے آخرت میں بھی اُسی کے ساتھ ہو گا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (الزخرف - ۶۷)

پرہیزگار اور متقی دوستوں کے سوا باقی تمام دوست بروزِ قیامت ایک دوسرے کے دشمن ہونگے۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن بروں کے ساتھ دوستی رکھنے پر افسوس کریں گے اور کہیں گے۔

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (الفرقان ۲۸)

ہائے میں ہلاک ہوگیا کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بناتا۔

مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ القیوم فرماتے ہیں۔

دور شو از اختلاطِ یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد[1]

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند
یارِ بد بر جان و بر ایماں زند[2]

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند[3]

نارِ خنداں باغ را خنداں کند
صحبتِ نیکانت از نیکاں کند[4]

صحیحین میں جناب ابی ہریرہ رضؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کرنے والی جماعت کے حق میں ارشاد فرمائی کہ "جب اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت اور بخشش فرماتے ہیں تو اُن کے ساتھ بیٹھنے والے تمام ساتھیوں کو بھی بخش دیتے ہیں۔ پھر ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگارِ عالم! ایک ایسا گنہگار آدمی بھی ان میں بیٹھا ہے جو اُن میں سے نہیں بلکہ اپنے کسی کام کیلئے آیا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔

---

[1] بُرے دوست کے ساتھ میل جول، نشست و برخاست نہ رکھ کیونکہ بُرا دوست بدترین سانپ سے بھی زیادہ بڑا دشمن ہے۔

[2] بُرا سانپ تو فقط زندگی برباد کرتا ہے مگر بُرا دوست زندگی اور ایمان دونوں کو برباد کر دیتا ہے

[3] نیکوں کی صحبت تجھے نیک بنا دے گی اور بُروں کی صحبت تمہیں بھی بُرا کر دے گی۔

[4] جس طرح کھِلا ہوا انار پورے باغ کو پر رونق بنا دیتا ہے اسی طرح نیک لوگوں کی دوستی و ہم نشینی تجھے بھی نیک بنا دے گی۔ (مرتب)

اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ کیونکہ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا۔

یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے ہمنشیں، بُرے ہمسایہ سے اللہ کی پناہ طلب فرمائی ہے۔

طبرانی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دُعا میں یہ کلمات بھی فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ یَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ وَمِنْ لَیْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ دَارِ الْمُقَامَةِ۔	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بُرے دن سے اور بُرے وقت سے اور بُری رات سے اور بُرے دوست سے اور بُرے ہمسایہ سے جو اقامتی گھر میں ہمسایہ ہو۔

یعنی اُس دن، اُس وقت، اُس رات سے اللہ تعالٰی کی پناہ جس دن، جس وقت اور جس رات میں بُرائی واقع ہوتی ہو اور اُس دوست اور ہمسایہ سے جو بُرائی کے مصدر ہوں۔

بُرے ہمسایہ سے بچنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین بیچنے میں حق شفعہ واجب فرمایا۔

فائدہ: شفیع کو چاہیے کہ اگر مشتری نیک ہو تو شفعہ طلب نہ کرے اور اگر بُرا ہو تو اُس کے خریدنے پر راضی نہ رہے۔

قسمِ ششم

عام مومنین اور کمزوروں کے حقوق

حقوق العباد میں سے ایک قسم عامہ مومنین کے حقوق ہیں خصوصاً عاجز، یتیم، مسکین، بیمار اور بیوہ کے حقوق، سائل و منگتا، مسافر اور آنے والے مہمان کے حقوق (یہ تمام حقوق قسم ششم سے متعلق ہیں)۔

چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتے ہیں

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ
ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ
وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ
(البقرہ ۲ : ۱۷۷)

(نیکی کرنے والا وہ ہے) جس نے اللہ تعالٰی کی محبت میں اپنے رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کو اور غلام آزاد کرنے یا کرانے میں اپنا مال خرچ کیا۔

نیز فرمایا :-

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ
وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

رشتہ داروں کے حقوق اور مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کر۔

اللہ تعالٰی نے مزید ارشاد فرمایا :-

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَ
اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحٰی)

یتیم پر غصہ نہ کیجئے اور سائل کو جھڑک نہ دیجئے۔

سیدنا محبوب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِى
الْجَنَّةِ هٰكَذَا۔
(رواہ احمد و البخاری)

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں اکٹھے ہوں گے اور اپنی دو مبارک انگلیوں کی طرف

وَ ابو داؤد وَ الترمذی عن سھل بن سعدٍ   اشارہ فرمایا۔ [1]

جبکہ بخاری کی روایت میں لفظ " یَتِیْم " کے بعد " لَہٗ وَ لِغَیْرِہٖ " بھی مذکور ہے۔ معنیٰ یہ ہو گا کہ خواہ وہ یتیم اُس کا پوتا ہو یا اُس سے بھی نیچے ہو یا بھتیجا ہو یا کسی اجنبی کا بیٹا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتَهٗ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَضِيَافَتُهٗ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ (متفق علیہ عن ابی شریح الکعبی)	جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اُسے اپنے مہمان کی تکریم و تعظیم کرنا چاہیے۔ ایک دن رات پرتکلف مہمانی دے اور تین دن تک مہمانی ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے۔ بخاری و مسلم نے ابی شریح الکعبی سے روایت کیا

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَاِنْ جَاءَ عَلَى الْفَرَسِ۔ (رواہ ابو داؤد عن علی و احمد عن حسین)۔	سوال کرنے والے کا حق ہوتا ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے [2] ابو داؤد نے جناب علی سے اور احمد نے امام حسین سے روایت کی ہے۔

---

[1] حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا میری ان دو انگلیوں کی طرح جنت میں اکٹھے ہوں گے یعنی مجھ سے وہ دور نہیں ہو گا بلکہ میری غلامی میں میرے ساتھ ہی رہے گا۔

[2] مانگنے والا (سائل) اگرچہ عمدہ سواری پر سوار ہو کر مانگنے آتا ہے تو تم پر اس کا حق ہے کہ تم اسکو اپنی حیثیت کے مطابق دو

معلوم ہوا کہ کسی کو اسکی ظاہری بہتر حالت دیکھ کر محروم نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اندرونی حالت اُسکی کمزور ہو جس کو تو نہیں جانتا۔

(مرتب)

"گھوڑے پر سوار ہوکر" آنے کا مطلب یہ ہے کہ منگتا گھوڑے پر سوار ہوکر آیا ہو یا غنی و دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ غنی اور دولت مند کو سوال کرنا (مانگنا) حرام ہے سید العرب والعجم، امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتَّةٌ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَ يُجِيْبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَ يَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ وَ يُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔

(رواہ احمد والترمذی وَ ابو داؤد عن علی والنسائی عن ابی ھریرہ)

دستور کے مطابق مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں (۱) جب ملاقات ہو تو اُسکو سلام کرے (۲) جب وہ بلائے تو اُسکی دعوت قبول کرے۔ (۳) جب وہ چھینک دے تو اُسکی تشمیت کرے (۴) جب وہ بیمار ہو تو اُس کی بیمار پرسی کرے (۵) جب وہ فوت ہو جائے تو اُسکے جنازہ کے ساتھ جائے اور اُس کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت علی سے اور نسائی نے ابی ہریرہ سے روایت کی)۔

مطالبِ حدیث

تشمیتِ عاطس :- چھینک دینے والے کو دعائیہ کلمات میں جواب دینا۔ جب کوئی چھینک دینے کے بعد "الحمد للہ" کہے تو اُس کے جواب میں تو اُسے یرحمک اللہ کہہ پھر وہ تجھے یھدیکم اللہ کہے۔ یہی مسنون عمل "تشمیتِ عاطس" کہلاتا ہے۔

اجابتِ دعوت :- وَ يُجِيْبُهُ إِذَا دَعَاهُ کے دو مفہوم لئے گئے ہیں:

اور دونوں یہاں مراد ہیں۔

۱؎ دعوت قبول کی جائے رد نہ کرے۔

۲؎ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو اپنی کسی حاجت یا ضرورت میں مدد کیلئے بلائے تو اُسکی یہ دعوت بھی مسترد نہ کرے بلکہ اُسکی مدد کرے۔

اور اصفہانی بروایت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ جب تمہارا مسلم بھائی چھینک دینے کے بعد الحمد للہ کہے اور تم اپنے بھائی کو تشمیت "یَرْحَمُكَ اللّٰہ" نہ کہو تو وہ بروز قیامت (تم سے اپنے اس حق کا) مطالبہ کرے گا۔ اسی طرح ابو نعیم نے سعد بن جبیر سے روایت کیا۔ ___________ اور امام مسلم ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اُس کو (جواب میں) یرحمک اللہ بھی کہہ دیں اور اگر وہ نہ کہے تو نہ کہیں۔ ؎۱

صحیحین میں ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "راستے پر بیٹھنے سے پرہیز کیا کرو" صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستوں پر بیٹھنے کے علاوہ ہمیں کوئی چارہ ہی نہیں ؎۲ فرمایا! پھر اُس کا حق ادا کرو۔ عرض کیا اُس کا حق کیا ہے؟ فرمایا! حرام سے آنکھیں بند رکھنا، کسی کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا۔

ابو داؤد نے حضرت عمرؓ سے یہی حدیث روایت کرتے ہوئے ان کلمات کا اضافہ کیا کہ مظلوم کی فریاد رسی کرو اور راستہ بھولے ہوئے کو راستہ دکھاؤ۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

۱؎ یعنی چھینکنے کے بعد اگر کوئی تحمید نہ کہے تو تم بھی تشمیت نہ کرو۔

۲؎ یعنی راستوں پر بیٹھنا ہمارے لئے ناگزیر ہے۔ (مرتب)

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (النساء۔ ۸۶)

جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر جواب دو[1] یا کم از کم وہی الفاظ دھرا دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

یعنی السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام یا اسکے ساتھ و رحمۃ اللہ یا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بڑھا کر جواب دو۔

مسلم نے ابی ہریرہ رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بہشت میں داخل نہ ہوسکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ایمان کامل نہ ہوگا جب تک آپس میں دوستی نہ کرو گے۔ پھر فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز کی خبر دیتا ہوں جس کے باعث تم آپس میں دوست بن جاؤ گے۔ (فرمایا)

اَفْشُوا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ — السلام علیکم عام کرو، ہر سو پھیلا دو

یعنی ایک دوسرے کو کثرت کے ساتھ اور بہت زیادہ سلام کیا کرو۔

بیہقی ابن مسعود سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے سلام کہنے میں پہل کی وہ تکبر سے پاک ہو جائے گا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اسلامی اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ بہتر و افضل ہے؟ فرمایا! ہر واقف و نا واقف کو طعام اور سلام کہنا۔

آیت کریمہ اِذَا حُيِّيْتُمْ الخ اگرچہ سلام کرنے کے بارے میں وارد ہوئی

---

[1] بطریق احسن سلام کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک کہے گا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دوسرا اس کے جواب میں ایک دو دعائیہ کلمات مسنونہ کا اضافہ کرکے کہے گا۔
وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ
مسلمان کے جواب میں دعائیہ کلمات بڑھائے۔ اگر غیر مسلم ہو تو اس کے الفاظ دہرائے یا صرف وَعَلَيْكَ کہہ کر اسے جواب دے زیادہ نہ بڑھائے۔
(قدیم)

لیکن بعموم لفظ دلالت کرتی ہے ہر قسم کے حسنِ سلوک پر جو ایک مسلمان دوسرے کے ساتھ کرتا ہے (یا اُسے کرنا چاہیے) مثلاً تحائف کا تبادلہ، ایک دوسرے کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرنا یا ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا پھر تواضعاً کھڑا ہو جانا یا مصافحہ یا معانقہ وغیرہ کرنا جو اظہارِ محبت کی دلیل ہو تو دوسرے کو بھی چاہیے کہ اسکے بدلہ میں اس سے بہتر سلوک کرے ورنہ کم از کم اُس جیسا معاملہ تو ضرور کرے اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا اسی امر پر دلالت کر رہا ہے [1]

احمد اور ترمذی ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل تحفہ تمہارا مصافحہ کرنا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں مصافحہ کرو تاکہ کینہ ختم ہو اور ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو تاکہ باہمی محبت زیادہ ہو اور کینہ دور ہو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ اگر دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ تمام گناہ (مصافحہ کرنے والوں کے) مٹ جاتے ہیں۔

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوذر کو اپنی بغل مبارک میں لیکر فرمایا کہ یہ کام بہت ہی بہتر ہے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا۔

---

[1] یعنی بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ مذکورہ امور کا بھی حساب لے گا کہ دنیا میں ہم لوگ کس انداز و ادا میں سلام دعا اور کن طریقوں کے ساتھ باہم ملاقات و معاملات کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سلام دعا کے انداز کی بھی باز پرس ہوگی۔

لمحہ فکریہ ہے ان لوگوں کیلئے جو سلام دعا کا اسلامی طریقہ چھوڑ کر دوسری تہذیبوں کے طریقے اپناتے اور اُن پر فخر کرتے ہیں۔ جدت پسند اور مادیت زدہ مسلم طبقہ ملاقات اور سلام دعا کا نبوی انداز چھوڑ کر نت نئے انداز، نئے الفاظ نئے جملے ایجاد کر کے اسلامی تہذیب کی برکتوں سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ جیسے ملاقات کے وقت السلام علیکم کی بجائے صرف خوش آمدید مرحبا وغیرہ۔ الوداع کے وقت السلام علیکم کی جگہ صرف خدا حافظ، اللہ نگہبان وغیرہ اچھے جملے ہیں۔ دعائیہ کلمات ہیں مگر السلام علیکم کے بعد ہونے چاہییں۔

لیکن جب السلام علیکم، وعلیکم السلام میں ان کلمات کا مفہوم جب موجود ہے تو پھر سلام کا مسنون طریقہ آخر کیوں ترک کیا جا رہا ہے۔ بروزِ قیامت ان امور کا حساب دینا ہوگا۔

(المرتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَءُ بِالسَّلَامِ (متفق علیہ عن ابی ایوب الانصاری)

کسی کیلئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ وقت تک اپنے مسلم بھائی سے ملنا چھوڑ دے، پھر یہ اِدھر منہ موڑ لے اور وہ اُدھر لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں سبقت کرے گا۔

مطالبِ حدیث

وَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا . اگر دونوں میں کہیں ملاقات ہو جائے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی بھائی کو ترک کرے۔ پھر جس وقت ایک نے دوسرے سے ملاقات کی اور تین بار سلام کہا۔ دوسرے نے جواب نہ دیا تو اُس نے دونوں کا گناہ اپنے سر لے لیا۔ (رواہ ابو داؤد عن عائشہؓ)۔

احمد اور ابوداؤد نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے بولنا تین روز سے زیادہ ترک کرے۔

اگر تین دن سے زیادہ ترک کیا اور مرگیا تو وہ (سیدھا) دوزخ میں داخل ہوگا۔

ابوداؤد نے ابی ہریرہؓ سے دوسری حدیث مذکورہ مضمون کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ جب تین روز گذر جائیں تو اُن کو ایک دوسرے

لہ یعنی ایک دوسرے کو دیکھنا تک گوارہ نہ کریں۔

کے ساتھ ملاقات کرنا اور سلام کا تبادلہ کرنا چاہیے۔ اگر اُس نے جواب دیا تو دونوں ثواب میں داخل ہوں گے۔ اور اگر جواب نہ دیا تو گناہ دوسرے پر باقی رہا اور وہ گناہ کو یک طرفہ چھوڑ کر اُس سے باہر آگیا۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَلَا تَنَافَسُوْا (عن ابی ھریرۃ)

بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی بہت ہی جھوٹی بات ہے اور ایک دوسرے کی جاسوسی مت کرو اور باہم حسد نہ کرو اور آپس میں بُغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے روگردانی اور اعراض نہ کرو بلکہ تم اللہ کے بندے بن کر آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک روایت میں وَلَا تَنَافَسُوْا بھی ہے۔

شرح حدیث

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ ۔ بدگمانی سے بچو یعنی اگر کوئی شخص کسی کے عیب کہے تو نہ سنو۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا جاسوسی مت کرو یعنی لوگوں کے عیب معلوم کرنے میں کوشش نہ کرو۔

وَلَا تَحَاسَدُوْا ۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو یعنی کسی کی خوشحالی و بہتری دیکھ کر مت جلو اور تمہاری خوشیاں ختم نہ ہونے لگیں۔

لہ جواب نہ دینے پر یعنی جو سلام کا جواب نہ دیکر مقاطعہ و متارکہ برقرار رکھ رہا ہے

وَلَا تَبَاغَضُوْا : ایک دوسرے سے بغض اور دشمنی نہ رکھو۔

وَلَا تَدَابَرُوْا : ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو یعنی ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیر کر حقیر جان کر منہ نہ موڑ لو۔

وَلَا تَنَافَسُوْا : یعنی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو شامل کئے بغیر ہر عمدہ اور پسندیدہ چیزوں کو اپنے طرف سمیٹنے والے نہ بنو۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے دروازے سوموار اور خمیس کو کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے سوائے ان دو آدمیوں کے جو آپس میں دشمنی رکھے ہوئے ہوں۔ اور فرماتا ہے ان کو مہلت دو تاکہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔ مسلم نے اسکو ابی ھریرہؓ سے روایت کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک مرد دوسرے آدمی کو پکڑلے گا۔ وہ کہے گا تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ کہے گا تو نے مجھے برائی کرتے دیکھا تھا۔[1]

یعنی برائی سے منع کرنا فرض ہے مگر اس صورت میں کہ یقین ہو کہ وہ بالکل نہیں رکے گا۔[2]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ	اللہ تعالیٰ اُس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرتا ہو۔
متفق علیہ عن جریر بن عبد اللہ۔	بخاری و مسلم نے جریر بن عبد اللہؓ سے روایت کی ہے۔

---

[1] یعنی میں برائی کر رہا تھا اور تو نے دیکھ کر مجھے روکا نہیں تھا (اسلئے میں نے تجھے پکڑ رکھا ہے) (قدیم)

[2] جب یقین ہو کہ میرے روکنے اور منع کرنے سے برائی کرنے والا بالکل نہیں رکے گا تو اُسے منع کرنا فرض تو نہیں ہے البتہ افضل بلکہ سنت یہ ہے کہ بدستور منع کرتا رہے۔ برائی سے نہ رکنے کے یقین پر صرف فرضیت ختم ہوئی ہے جبکہ عمل باقی ہے (المرتب)

مزید ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔ رواہ ابوداؤد وَالترمذی عن عبد اللہ بن عمر

رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے پس تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم فرمائے گا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔

مَنْ فِی السَّمَآءِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جس کا حکم آسمانوں میں بھی جاری ہے اور آسمان کے وہ فرشتے مراد ہیں جو اُن کیلئے دعائے رحمت مانگتے رہتے ہیں کہ یہ بھی مَنْ فِی السَّمَآءِ میں داخل ہیں۔

سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یَعْرِفْ كَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔ رواہ البخاری فِی الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ وابوداؤد عن ابنِ عمر۔

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں (کا حق) نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔ بخاری نے ادب المفرد میں اور ابوداؤد نے ابنِ عمر سے روایت کیا ہے۔

نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں میں صلح کرائے، اچھی بات کہے، درست اور نیک پیغام پہنچائے وہ جھوٹا نہیں ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت کی۔

احمد اور ترمذی اسماء بنت یزید سے روایت کرتے ہیں کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا فقط تین مقامات پر جائز ہے۔

سا۔ بیوی کے سامنے اُسے راضی کرنے کیلئے۔

سا۲ کفار کے ساتھ جنگ میں مگر ایسا جھوٹ ہو کہ دھوکہ نہ بنے۔

سا۳ لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ	کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتا دوں جو
دَرَجَةِ الصِّيَامِ	مرتبہ میں روزوں، صدقات اور
وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ	نمازوں سے بھی افضل ہے [1]

صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ	وہ لوگوں میں صلح کرانا ہے جبکہ
وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ	لوگوں میں فساد برپا کرنا حالقہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ	تمہاری طرف وہ بیماری آگئی جو تم سے
قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ	پہلی امتوں میں تھی وہ حسد اور بغض
هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ	ہے یہی حالقہ ہے (کاٹنے والی) میں
الشَّعْرَ لٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ	نہیں کہتا کہ یہ بال کاٹنے والی ہے
رواہ احمد والترمذی عن زبیر	بلکہ (یہ بیماری) دین کو کاٹتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد سے پرہیز کرو۔ بے شک حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ	لوگوں کے درمیان فساد کرانے
فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ	سے بچو یہی وہ صفت ہے جو دین

---

[1] یہاں افضلیت سے مراد "اوّلیت" ہے یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے یا صدقہ دینے میں مصروف ہے یا روزہ رکھ رہا ہے دوسری جانب دو مسلمان باہم لڑ رہے ہیں تو پہلے اپنی نماز، صدقہ، روزہ چھوڑ کر ان کی مصالحت کرائے (پہلے صلح کرائے)۔ (المرتب)۔

رواہ الترمذی عن ابی ھریرہ — کو کاٹ دیتی ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰہُ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ

(رواہ ابن ماجہ والترمذی عن ابی صرمہ)

جس نے کسی کو نقصان پہنچایا اُس کو اللہ تعالیٰ بھی نقصان پہنچائے گا اور جو دوسروں کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو بھی مشقت میں ڈال دیتا ہے

اور ترمذی نے ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو مسلمانوں کو نقصان پہنچائے یا اُن کے ساتھ مکر و فریب اور دھوکہ کرے۔

ابی داؤد نے سعید بن زید سے روایت کی کہ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی عزت و آبرو میں ناحق زبان درازی کرنا ربا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی اَخِیْہِ فَلَمْ یَعْذِرْہُ وَلَمْ یَقْبَلْ عُذْرَہٗ کَانَ عَلَیْہِ مِثْلَ خَطِیْئَۃِ صَاحِبِ مَکْسٍ [1]۔

رواہ البیہقی عن جابر

جس نے اپنے بھائی سے معافی مانگی اور اُس نے اُس کا عذر اور معافی قبول نہ کیا تو اُس پر راستہ روکنے والے کے برابر گناہ ہوگا۔

یہ حدیث بیہقی نے جابر سے روایت کی

یعنی جب ایک آدمی اپنے قصور کا اقراری اور معترف ہو کر دوسرے بھائی سے معذرت کرتا ہے اور دوسرا بھائی اُسکی معذرت قبول نہیں کرتا تو اُس کا گناہ اُس دوسرے پر ہوگا صاحبِ مکس کے گناہ کے برابر۔

---

[1] جو شخص راستہ پر بیٹھ کر مسافروں اور تاجروں سے حق شرعی کے بغیر اُن کے مال سے زبردستی ٹیکس وصول کرے اُسے صاحبِ مکس کہا جاتا ہے۔ (قدیم)

اے عزیز! خوب جان لے۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بنائے! کہ اخوتِ اسلامی (اسلامی برادری) کا حق تمام حقوق سے زیادہ ہے کیونکہ نسبی قرابت میں ماں باپ واسطہ ہیں جبکہ اسلامی قرابت میں اور اسلامی برادری میں خود اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔
(الأحزاب : ٦)

نبی! مسلمانوں میں اُن کی اپنی ذات سے بھی زیادہ تصرف کرنے کے مالک ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اور حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں یہ جملہ ہے "وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ" اور آپ اُنکے باپ ہیں

لہ یہاں اس آیت کریمہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "ابوتِ روحانی" پر استدلال کیا جارہا ہے۔ طرزِ استدلال دو طرح سے ہیں ۱۔ عقلی ۲۔ نقلی۔
وضاحت سے قبل شانِ نزول بھی توضیحِ مفہوم کیلئے بہت مفید ثابت ہوگا۔
شانِ نزول :۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعون الی الجہاد فیقول نذھب فنستأذن من اٰبائنا واُمّھاتنا فنزلت "النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امّھاتھم...الخ" مظہری
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جہاد پر جانے کا فرماتے تو لوگ کہتے ہم تو پہلے گھر جائیں گے۔ ماں باپ سے اجازت لیں گے۔ (انہوں نے اجازت دی تو ہم آپ کے ہمراہ جنگ پر جائیں گے ورنہ نہیں تو گویا انہوں نے نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کو اپنے ماں باپ کی اجازت پر موقوف سمجھ رکھا تھا) تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی مومنین کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور ازواج پاک اہلِ ایمان کی مائیں ہیں۔
طرزِ استدلال ۱۔ (عقلی) :۔ "ذکر اللازم و ارادۃ الملزوم" کے باب سے ہے کہ اُبوّت کو حق ولایت لازم ہے۔ ولایت ذکر کرکے اُس کا ملزوم "اُبوّۃ" مراد لیا گیا ہے۔
آیت محولہ بالا میں نبی آخر الزماں کیلئے نہ صرف ولایت بلکہ اولویت ثابت کی گئی ہے کیونکہ اولویت میں ولایت کا مفہوم بدستور موجود ہے۔ اولویت میں اشتمالاً مذکور ولایت کے ساتھ علیٰ سبیل تنزل سید عالم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "ابوتِ روحانی" کا بیان صریح ہے۔

(بقیہ حاشیہ صـ سے)

جملہ مِنْ اَنْفُسِہِمْ میں مذکورہ حق ولایت رکھنے والوں کے تقابل میں اولویت کے ذکر سے علیٰ سبیل ترقی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احقیت پر تنصیص ہے کہ اہل ایمان والیقان کی جان میں، مال میں، اولاد واحفاد میں، آباؤ واجداد میں تصرف کرنے کے سب سے زیادہ حقدار آپ ہیں اور اُن کے احکام واعمال میں، اسلام اور ایمان میں تصرف کرنے کے واحد حقدار اور واحد مختار صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

یہ اسلوب بیان اسلئے اپنایا گیا تاکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُبوتِ روحانی پر بطریق اولیٰ نص بھی ہوجائے اور مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ" سے متعارض بھی نہ ہو مزید یہ کہ جن لوگوں نے "خروج الی الجہاد" والے حکم رسول کی تعمیل کو اپنے ماں باپ کی اجازت پر موقوف سمجھ رکھا تھا ان کی فہم نارسا کی تغلیط ہو جائے کہ تمہاری جان و مال میں تصرف کرنے کا حق تمہارے ماں باپ سے کہیں بڑھ کر میرے پیارے نبی کو حاصل ہے۔ اُن کے حکم کے مقابلے میں کسی کے ماں باپ کے حکم کی کوئی حیثیت نہیں۔

اِستدلال ۲ (منقولی) :- اختلاف قرأت میں نبی علیہ السلام کی اُبوتِ روحانی صراحۃً مذکور ہے

(۱) حضرت ابن ابی کعب یوں پڑھتے ہیں " اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ" (مظہری ج۔۷ صـ۲۸۶)۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت :- اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ (الروح المعانی ج۔۷ صـ۱۵۲، کشاف ج۔۳ صـ۵۲۳، مدارک ج۔۳ صـ۲۳۵)۔

(۳) حضرت مجاہد کی تفسیر :- قَالَ الْمُجَاهِد كُلُّ نَبِيٍّ فَهُوَ اَبُوْ اُمَّتِهٖ وَلِذَالِكَ صَارَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةً لِاَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ابوهم فی الدین (مدارک ج۔۳ صـ۲۳۶)

(۴) حضرت شیخ الاکبر کی تفسیر :- قَالَ محی الدین ابن عربی فَهُوَ الْاَبُ الْحَقِيْقِيُّ لَهُمْ (تفسیر ابن العربی جلد ثانی صـ۲۸۳)

سوال :- اگر یہ جملہ "وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ" قرآن کا ہی حصہ ہے تو اُسے شامل قرأتِ معروفہ کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب :- صحابہ سے مروی کسی بھی جملہ کی "قرآنیت" کے ثبوت کیلئے تواتر کا ہونا شرط ہے اور تواتر یہاں نہیں پایا جارہا۔ نیز یہ کہ منسوخ التلاوہ دون الحکم کے باب سے بھی ہے چنانچہ سید علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں: عن عكرمه انه قال: كان فی الحرف الاول (النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم وهو ابوهم) روح المعانی ج۲۱ صـ۱۵۱ یعنی حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی قرأت میں وَهُوَ اَبُوْهُمْ کا جملہ پڑھا جاتا تھا۔ (لیکن اب تلاوت نہیں حکم باقی ہے)۔

(مرتب)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (الحجرات، ۱۰)

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پھر اپنے بھائیوں میں صلح کرا دو۔

اخوتِ اسلامی کی بنا پر مسلمانوں کیلئے فرشتے بھی بخشش و مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (المومن: ۷)

عرش اٹھانے والے اور اس کے گرداگرد رہنے والے اپنے پروردگار کی تسبیح بالحمد کرتے ہیں اور (ایماندار) اہلِ زمین کیلئے استغفار کرتے ہیں

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا :۔

الْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (الشوریٰ : ۵)

فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور زمین والوں کیلئے بخشش طلب کرتے ہیں

سوال :۔ اگر اسلامی اخوۃ کا حق اخوۃ نسبی (قرابتِ نسبی) اور باقی دوسرے حقوق سے اہمیت میں واقعی زیادہ و بالاتر ہے تو تم نے اخوۃ نسبی کو پہلے کیوں بیان کیا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ

قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین اور مہاجرین سے۔

(یہ آیت بھی قرابتِ نسبی کی اولویت واضح طور پر بتا رہی ہے) یہی وجہ ہے کہ میراث قرابتِ نسبی میں ہے نہ کہ قرابتِ اسلامی میں۔ نیز یہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے بھی قرابتِ نسبی کی اولویت ثابت ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَلصَّدَقَةُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَةٌ وَّھِیَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ : صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ

رواہ احمد والترمذی والنسائی و ابن ماجہ عن سلمان بن عامر

مسکین محض پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے جبکہ اگر وہی صدقہ اپنے رشتہ دار مسکین پر کیا جائے تو دوہرا ثواب ہے صدقہ کا ثواب اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے سلمان بن عامر سے یہ حدیث روایت کی

جواب :-

قرابتِ نسبی اور اس کے علاوہ جو قرابتیں اوپر ہوئیں، اُن سب میں اسلام شرط ہے اور ہر جگہ اسلام ہی معتبر ہے۔ معنی آیت کا یہ ہوا کہ جو مسلمان رشتہ دار ہیں وہ وراثت میں مقدم اور اولیٰ ہیں۔ ان دوسرے مومنین و مہاجرین سے جو اُس کے رشتہ دار نہیں ہیں۔

اور مرادِ حدیث یہ ہے کہ صدقہ مسلمان مسکین اجنبی پر ایک ثواب رکھتا ہے اور رشتہ دار مسکین مسلمان پر دو ثواب رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کے رشتہ دار کافر ہوں (معاذ اللہ) تو اُن کو میراث نہیں ملتی بلکہ عام مومنین میں تقسیم ہوگی۔ بیت المال جو عام مسلمانوں کا خزانہ ہے۔ اس میں جمع کرواکر پھر مسلمانوں میں تقسیم ہوگی۔

اگر باپ بھی کافر ہو (خدانخواستہ) تو اُس کا خرچ اگرچہ بیٹے پر واجب و لازم ہے مگر اس سے دوستی و محبت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اُس سے بیزاری کرلینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا

نبی کیلئے اور ایمان والوں کیلئے درست نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں اگرچہ

أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ[1] فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ

(التوبہ : ۱۱۳، ۱۱۴)

وہ اُن کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ یہ اُن پر واضح ہو چکا کہ یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کیلئے وہ تو فقط ایک وعدہ کی وجہ سے تھا جو وعدہ اُس نے آپ کے ساتھ کر رکھا تھا[1] پھر جب ظاہر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اُس سے بیزار ہو گئے۔

---

[1] "وَعَدَهَا إِيَّاهُ" کے متعلق محققین و مفسرین کے دو قول ہیں جیسا کہ مظہری و مدارک و دیگر تفاسیر متداولہ میں مذکور ہیں ۱ یہ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ فرما رکھا تھا کہ : "لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ" "میں تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ اس امید پر کہ شاید تجھے ہدایت نصیب ہو۔ ۲ دوسرا یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے وعدہ کیا اسلام لانے کا۔ تو جواباً سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اُس کیلئے استغفار کیا۔ قاضی صاحب نے اسی دوسرے قول کے مطابق یہاں تفسیر کی ہے۔

برتقدیر اول معنیٰ یہ ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے اسلام ضرور مانگوں گا۔ یہی وعدہ آپ نے پورا کیا۔ پھر جب وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو فوراً اُس سے بیزار ہو گئے۔ برتقدیر ثانی معنیٰ یہ ہوا کہ باپ نے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں اسلام لے آؤں گا اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی وعدہ فرما لیا کہ اگر تو اسلام کی طرف مائل ہے تو میں تیرے لئے استغفار کرتا رہوں گا تو سیدنا ابراہیم اُس کیلئے دعائے استغفار کرتے رہے تاکہ وہ جلد اسلام لے آئے۔

پھر جب وحی کے ذریعے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے فوراً بیزار ہو گئے اور استغفار کرنا بھی بند کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے اسی عمل کو وعدہ سے تعبیر کیا گیا۔ (مظہری ص ، مدارک التنزیل ص بتغیر یسیر)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام کیا ہے؟ تو اس بارے میں علمائے اہلسنت کی تحقیق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والدِ حقیقی کا نام تارح یا تارخ تھا وہ پکے مسلمان اور موحد تھے یہ آیات اُن کے متعلق نہیں ہیں جسکا ذکر ان آیات میں کیا جا رہا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے قرابت نسبی یعنی چچا تھا نام آذر تھا۔ یہ بت پرست اور بت تراش تھا اور اللہ کا دشمن تھا۔ عربی میں چچا کو بھی اب کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا .... جاری آئندہ صفحہ پر

تشریح :۔ وَعَدَهَا اِيَّاهُ : ابراہیم کے باپ نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں اسلام لے آؤں گا۔ (تو آپ اُس بات پر اعتبار کرتے ہوئے اُس کیلئے استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُسکی دشمنی واضح ہو گئی تو آپ نے اس کیلئے استغفار کرنا بھی بند کر دیا)۔

فائدہ :۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَصِهْرِيْ۔ (رواہ ابن عساکر عن ابن عمر)	تمام نسبی قرابتیں اور سسرالی رشتہ داریاں قیامت کے دن منقطع ہو جائینگی سوائے میری قرابت نسبی اور سسرالی قرابت کے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ نہیں کہ تمام مومنین کی قرابت ختم ہو جائیگی سوائے میری قرابت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ تمام مسلمان میری اولاد ہیں، لہذا مومنین کا صِہر ختم نہیں ہوگا۔[1]

اس تفسیر پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے حق میں فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ... الاٰية (الطور : ٢١)	جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ اُنہیں کی پیروی کی تو ہم اُن کی اولاد کو بھی اُن کے ساتھ ملا دیں گے (مرتبہ میں) اور ذرہ بھر بھی کمی نہیں کریں گے اُن کے اعمال (کی جزا) میں[2]

(بقیہ حاشیہ از صـ) ...... کا اب فرمایا گیا حالانکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بھائی سیدنا اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ مزید بحث کتب تفاسیر میں مفصل مذکور ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔ (روح المعانی۔ مظہری وغیرہ ملخصاً ترجمان القرآن، ضیاء القرآن) (مرتب)

[1] کیونکہ اہل ایمان کے یہ دونوں روحانی رشتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی قائم ہیں۔ (مرتب)

[2] آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۲ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بندوں کا ایمان جس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبت ہوتا ہے اُس کے انوار و برکات بھی اُسی قدر زیادہ اور لامحدود ہوتے ہیں یہاں تک کہ اللہ محض اپنے خاص لطف و کرم سے اُن کی مومن اولاد کو بھی بروزِ قیامت اُس کے فوائد و ثمرات "انوار و برکات سے یوں سرفراز فرمائے گا کہ انہیں جنت میں وہی مقامِ رفیع عطا ہوگا جن میں اُن کے باپ دادے قیام و راحت پذیر ہوں گے اگرچہ اُن کی یہ اولاد اس مقامِ رفیع کی اہلیت نہ بھی رکھتی ہو۔

مگر یہ لطفِ عمیم اور تفضلِ جسیم اُن پر محض اسلئے ہوگا تاکہ اُن کے آباؤ اجداد اپنی مومن اولاد کو اپنے ہی مرتبہ میں اکٹھے پاکر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ راحت و سرور مزید حاصل کریں۔ یوں ہمارے احسانات و انعامات کی بھی انتہا ہو جائے اور اُن کا اعزاز و اکرام بھی۔

چنانچہ علامہ اسماعیل حقی، علامہ سید محمود آلوسی البغدادی، علامہ زمخشری، امام ابوالبرکات النسفی رحمہم اللہ علیہم اسی آیت کے تحت اور مصنف اپنی تفسیر مظہری میں سورۃ الرعد کی آیت ۲۳ کے تحت اپنے اپنے انداز میں اپنے اپنے الفاظ میں آیت کا یہی مفہوم بیان فرماتے ہیں۔

قال الزمخشری: (اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّاتِهِمْ) ای بسبب ایمان عظیم رفیع المحل و هو ایمان الآباء الحقنا بدرجاتهم ذریتهم و ان کانوا لا یستأهلونها تفضلاً علیهم و علی آبائهم لنتم سرورهم و نکمل نعیمهم (کشاف ج ۴ ص ۴۱۱، روح البیان ج ۴ ص ۳۶۶، روح المعانی ج ۵ ص ۱۴۳)۔

قال المصنف فی تفسیره: تعنه الآیه تدل علی ان اللّٰه تعالیٰ یعطی درجات الکاملین من لم یبلغ درجتهم و لم یعمل مثل اعمالهم من آبائهم و ازواجهم و ذریاتهم تطییباً لقلوبهم و تعظیماً لشانهم بشرط ایمانهم (مظہری ج ۵ ص ۲۳۳)۔

آیت کی یہ تفاسیر اور یہ مطالب اسلئے لئے گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ یرفع ذریة المومن فی درجته و ان کانوا دونه لتقر بهم عینه (کشاف ج ۴ ص ۴۱۱)۔ بے شک اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بلند فرما کر اُسی کے درجہ میں ٹھہرائے گا (اگرچہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے) اس سے نہایت ہی کم مرتبہ کیوں نہ ہوں۔

مصنف نے استدلال یوں کیا ہے کہ ایمان تو ہر ایک کا ایک نعمتِ عظمیٰ ہے ہی مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کا ایمان وہ دولتِ عظمیٰ ہے کہ اس کے انوار و برکات اُسی فردِ واحد تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس عبدِ مقرب کے تمام نسبی رشتے اور اسکی دیگر نسبتوں کو اس قابل بنا دیتے ہیں کہ وہ بروزِ قیامت اُس کے تمام متعلقین، متبعین کیلئے مفید اور نفع رساں ثابت ہوتے ہیں۔ وہ متعلقین و متبعین خواہ صلبی اولاد ہوں یا اُس کے عزیز و اقارب، دوست احباب اور مسترشدین و مریدین ہوں یا تلامذہ و شاگردوں کی جماعت ہو۔

وجہ استدلال یہ مومن کا ایمان فرع ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی۔ جب فرع کا یہ عالم ہے کہ اس کے انوار و برکات سے مومن کا نسب اور اُس کا تعلق بھی ..... (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)۔

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے :-

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (السبأ : ۳۷) لے

اور نہ تمہاری مال و دولت اور نہ ہی تمہاری آل و اولاد تم کو ہمارے قریب کر سکتی ہیں ہاں مگر وہ شخص جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔

(گزشتہ سے پیوستہ) :- بروز قیامت مفید اور نفع رساں بن جاتا ہے تو نبی علیہ السلام کے اپنے ایمان کے تصرفات و کمالات کا عالم کیا ہوگا جو اصل ایمان ہے ۔ اس کے انوار و برکات کی وجہ سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قسم تعلقات بروز قیامت بطریق اولیٰ قائم ، دائم ، مفید اور نافع ثابت ہوں گے ۔ (مرتب)

لے کفار کی ملکیتیں ، اُن کے انساب ، اُن کی اولاد سب کچھ بروز قیامت نہ صرف منقطع ، ضائع اور بے کار جائیں گے بلکہ اُن کیلئے ذلت و رسوائی اور دردناک عذاب کا باعث بنیں گے مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن کا نسب ، مال و دولت اور اولاد تمام چیزیں بروز قیامت اُن کیلئے مفید ثابت ہوں گی ۔ وجہ استدلال ۔ یہاں بھی وہی مذکورہ بالا ہے کہ ایمانِ مصطفوی کی فرع والا انوار و برکات کا یہ عالم ہے تو خود ایمانِ مصطفوی کے انوار و برکات ، فوائد و ثمرات کہاں کہاں تک پہنچیں گے ، اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے ؟ بروز قیامت نیک و بد ہر ایمان دار کو اُسکی انوار و برکات ، فوائد و ثمرات سے یقیناً سرفراز فرمایا جائے گا خواہ وہ میرے آقا علیہ السلام کی سلبی اولاد ہو یا نسبی اور نسبتی ، متعلقین ہوں یا منتسبین ہوں یا آپ علیہ السلام کی امت کے گنہگار افراد ۔ غرضیکہ جہاں جہاں ایمان موجود ہوگا ۔ وہاں وہاں تک ایمان کا وہ چشمۂ صافی بڑی فیاضی سے اہلِ ایمان کو سیراب کرے گا ۔

اس احسانِ عظیم اور فضلِ عمیم کی صورت یہ ہوگی کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کے گنہگار افراد کی مغفرت تو قطعی اور یقینی ہے ہی مگر مغفرت پانے کے بعد جب جنت میں جائیں گے تو یہاں اُن کا مقام ظاہر ہے کہ دوسرے نیک لوگوں کے مقام سے کم مرتبہ ہی ہوگا ۔ اس مقام پر وہ نسبت اور تعلق اُن کے کام آئے گا جو اُن کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ تعالیٰ کے دیگر مقبول و محبوب اور مقرب عباد کے ساتھ قائم تھا ، اُسکی برکتوں سے اُن کو بھی اُسی بلند ترین مقام ، اعلیٰ ترین مرتبہ میں بھیج دیا جائے گا ۔ جہاں وہ مقبولانِ بارگاہ مسند آرا ہوں گے ۔

عن ابن جبیر قال : یدخل الرجل الجنۃ فیقول : این امی ؟ این ولدی ؟ این زوجتی ؟ فیقال : لم یعملوا مثل عملک ؟ فیقول کنت اعمل لی ولھم ۔ فیقال لھم ادخلوھم الجنۃ : ثم قرأ الآیہ :- یہ حدیث موقوف حکماً مرفوع ہے اور اس امر میں صریح ہے کہ وَمَنْ صَلَحَ میں صلاح سے نفسِ ایمان مراد ہے ۔ (وھذا موقوف فی حکم المرفوع وصریح فی ان المراد بالصلاح فی الآیۃ نفس الایمان) ۔

تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۵ (مرتب)

تشریح آیت ۱ :- ایمان والوں کی مومن اولاد بھی جنت میں اپنے آباء صالحین کے درجہ میں اکٹھے کر دیے جائیں گے اور والدین کا مرتبہ بھی کم نہیں ہوگا۔

تشریح آیت ۲ :- یعنی کفار کا مال و دولت اور اُن کی اولاد انکو ہمارے قریب نہیں کر سکتی البتہ اہلِ ایمان اپنے اعمال کی وجہ سے ہمارا قرب حاصل کر سکیں گے اور اُن کی مال و دولت اور اولاد بھی ہمارا التقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

کفار کے حق میں ارشاد فرمایا :-

لَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ ۔	بروزِ قیامت اُن کے درمیان کوئی نسب موجود نہیں ہوگا۔

نیز فرمایا :-

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۔	اُن کے درمیان وصل اور رشتہ داری کے تمام اسباب ختم ہو جائیں گے۔

اِن آیات و احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں انکا نسب باقی بھی رہے گا اور ایک دوسرے کو فائدہ بھی پہنچائے گا بسببِ دوستی کے یا بسبب قرابت کے ۔ اور کفار کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اُن کی حالت یوں بیان فرماتا ہے :-

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (عبس ۳۴ تا ۳۶)	اُس دن آدمی اپنے بھائی سے ، ماں باپ سے ، اپنی بیوی اپنی اولاد سے بھی دور بھاگے گا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ)

ابن جبیر فرماتے ہیں کہ آدمی جنت میں جب داخل ہوگا تو کہے گا میری والدہ کہاں ہے؟ میری اولاد کہاں ہے؟ اور میری زوجہ کہاں ہے؟ اُسے کہا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک عمل نہیں کئے تھے تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لئے اور اُن سب کیلئے نیک عمل کیا کرتا تھا ۔ اب فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو بھی جنت میں داخل کر دو ۔ پھر ابن جبیر نے یہ آیت پڑھی ۔ (المرتب)

نیز ارشاد فرمایا :-

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ (الزخرف ، ۶۷)

اور اُس دن تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

اِس کلام سے غرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام حقوق میں جو شخص اِسلام اور تقویٰ کے اعتبار سے افضل اور زیادہ قوی ہوگا۔ وہ محبت اور وصلت (دوستانہ تعلقات) کا بھی زیادہ حقدار اور اَحق ہے۔ (واللہ اعلم)

قسم ہفتم

اپنے آپ پر خود واجب کردہ حقوق۔

حقوق میں سے ایک قسم ایسی بھی ہے کہ بندہ اُسے اپنی مرضی سے اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے اور یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ہوتا ہے۔ اور اِن میں سے ہر ایک تین تین قسم ہیں۔

۱ جس کے واجب ہونے کا سبب کوئی طاعت ہو [۱]

۲ اُس کے وجوب کا سبب کوئی معصیت (گناہ) ہو [۲]

۳ اُس کے وجوب کا سبب کوئی امر مباح ہو [۳]

فصل اوّل:۔ وہ حقوق اللہ جنکے وجوب کا سبب طاعت ہو۔

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کے واجب ہونے کا سبب کوئی طاعت ہے جیسے عبادت کی نذر ماننا مثلاً اگر کسی نے ایسی عبادتِ مقصودہ کی منت مانی جو

---

۱ جیسے کسی نیک کام کی منت ماننا۔

۲ قصاص ودیت، حدود و تعزیرات۔

۳ مثلاً کفارۂ قسم، کفارۂ صیام وغیرہ۔

عباداتِ فرضیہ کی جنس سے تھی جیسے نماز، روزہ، صدقہ اور حج خواہ وہ منّت کسی شرط کے بغیر ہو یا کسی ایسی شرط کے ساتھ مشروط ہو جو موجبِ شکر ہو جیسے دینی دنیاوی نعمتوں کا حصول۔

جیسا کہ کہے "اگر میرے مریض کو شفا ہوگئی یا مسافر واپس آگیا تو میں اللہ تعالیٰ کیلئے روزہ رکھوں گا تو جب مریض شفایاب ہوگیا یا مسافر واپس آگیا تو اس پر یہ نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ..... الخ — چاہیئے کہ وہ اپنی اپنی منّتیں پوری کریں۔

الحج : ۲۹

اور جو منّت عباداتِ غیر مقصودہ کی جنس سے مانی گئی ہو مثلاً یہ نذر مانے کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کروں گا تو اس کا پورا کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور گناہ کی نذر ماننا باطل ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر بیمار نے شفا پائی تو میں محفلِ موسیقی سجاؤں گا (اس کا ایفا لازم نہیں)۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔ — اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی میں کوئی منّت اور نذر جائز نہیں۔

یعنی گناہ کی منّت ماننا جائز نہیں ہے (بلکہ باطل ہے) اور امرِ مباح[1] کی منّت بھی لغو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کیلئے کسی نبی یا کسی ولی کی نذر ماننا گناہ ہے اور شرک کے قریب ہے[2]

---

[1] وہ عمل جس کے کرنے پر ثواب ہو نہ گناہ، اس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو اُسے مباح کہتے ہیں۔ جیسے میرا فلاں کام ہو جائے تو میں بٹیر کا گوشت کھاؤں گا۔

[2] نذر کی معقولیت :- اللہ تعالےٰ نے کائناتِ عالم کا تمام تر نظام اسباب کے ساتھ مربوط فرما دیا ہے۔ سبب کے بغیر کوئی کام بھی سرانجام نہیں پا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عالم کو عالمِ اسباب کہتے ہیں۔

(جاری ہے آئندہ صفحہ پہ)

اِن تمام اسباب کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ و محبوب بندوں کے سوا مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یعنی لوگوں میں سے کوئی بھی قطعی اور یقینی طور پر نہیں جانتا کہ میرے معاملات کی بہتری، مشکلات کا حل اور مصائب سے نجات کن اسباب سے متعلق ہیں۔

جب آدمی کو مصائب و مشکلات ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں، نجات کے تمام عادی وسائل اور تمام ظاہری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں — تو بندہ اپنی پریشاں حالی سے نجات کے ممکنہ اسباب تلاش کرنے کی غیر مرئی تاثیرات کی حامل تدبیریں اختیار کرنے لگ جاتا ہے — کبھی دُعا کے ذریعے — کبھی تعویز کے ذریعے اور کبھی نذر اور منت کے ذریعے سے۔

گویا نذر اور منت بھی نامعلوم اسباب ڈھونڈنے کی ایک معقول تدبیر ہے۔ حصولِ شفا کیلئے علاج کی طرح، کہ ایک ہی مرض سے شفایابی کیلئے یکے بعد دیگرے کئی کئی نسخے تجویز کئے جاتے ہیں اور یہ طے ہے کہ اپنی مشکلات پر قابو پانے، مصائب سے نجات اور معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ہر جائز تدبیر اختیار کرنا (عادی ہو وہ تدبیر یا غیر عادی) قطعاً بُرا کام نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے۔

نذر کی مشروعیت :۔ نذر کی مشروعیت کیلئے دو چیزوں کا شرعاً درست و صحیح ہونا ہر لحاظ سے لازمی ہے۔

نمبر ۱ نذر (منت ماننا) نمبر ۲ ایفائے نذر (منت کا پورا کرنا / ادا کرنا)

نذر : کوئی مسلمان عاقل، بالغ اپنے جائز اور نیک مقصد میں کامیابی پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شکرانہ ادا کرنے کا وعدہ کرے۔

ایفائے نذر :۔ منت کا ادا کرنا واجب ہے مگر اُس وقت جب شئے منذورہ حلال، طیب یا عبادت مالی یا بدنی میں سے ہو۔

نذر کی تعریف :۔ کوئی ایسا جائز کام اپنے آپ پر خود واجب کر لینا جو پہلے واجب نہ تھا — منت کہلاتا ہے۔

نذر فی حدِ ذاتہٖ :۔ یہ ایک امر مشروع ہے اِس میں کسی طرح سے بھی قباحت نہیں پائی جاتی بلکہ جو لوگ اپنی منتیں ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو "عباد اللہ" کا امتیازی شرف بخشا ہے۔ یہ ایک بہت عظیم اعزاز ہے۔ پھر انہیں لوگوں کی مدح سرائی بھی "ایفائے نذر" کے حوالے سے خود فرماتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ گرامی یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ — اور — وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ — اِس بات پر شاہدِ عادل ہیں۔ اِن بعض اوقات چند خارجی عوامل کے پیدا ہونے کی وجہ سے نذر کی شرعی حیثیت بدل جاتی ہے وہ عوامل یہ ہیں :۔

—— نمبر ۱ فسادِ فی العمل —— نمبر ۲ فسادِ نیت و ارادہ —— نمبر ۳ فسادِ اعتقاد

فسادِ فی العمل :۔ نمبر ۱ نذر میں گناہ کرنے کا وعدہ کرنا مثلاً مریض شفایاب ہو جائے تو میں شراب پیوں گا وغیرہ۔ نذر سے مقصود تو نیک ہے (مریض کی شفایابی) مگر ایفائے نذر کی متعینہ صورت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ (شراب پینا)۔

نمبر ۲ یا اگر فلاں شخص چوری میں کامیاب ہو جائے تو میں خوشی میں شراب تقسیم کروں گا۔

(جاری ہے)

(بقیہ حاشیہ ۔۔ سے)

یہاں مقصدِ نذر اور ایفائے نذر کی مقررہ صورت (عمل) دونوں حرام ہیں۔

فساد فی الارادہ : منت سے مقصد حصول ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہ ہو بلکہ نفس کو یا شیطان کو خوش کرنا مقصود ہو یا کسی کی خوشامد کرنا مقصود ہو۔ مثلاً اگر کہے اللہ تعالیٰ دشمن پر کامیابی اور غلبہ عطا کرے تو میں اُسے سزا دوں گا یا قتل کر دوں گا وغیرہ۔ اس جیسی تمام صورتیں حرام اور باطل ہیں۔ اُن کا ادا کرنا شرعاً حرام ہے۔

فساد فی الاعتقاد :- ۱- بتوں کے نام کی منت ماننے۔

۲- نذر فی نفسہ کو قضاء و قدر میں مؤثر و متصرف اعتقاد کر کے منت ماننے

۳- منت مانی ہوئی چیز اگر کوئی حلال جانور ہے، بکری، دنبہ، گائے وغیرہ تو اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، یہ ایفائے نذر میں اعتقاد کا فساد ظاہر ہو رہا ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ کے کسی عبدِ مقرب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیّت کے خلاف متصرف بالذات اعتقاد کر کے اُسی کی نذر ماننے۔ فساد فی الاعتقاد کی پہلی اور چوتھی صورت شرکیہ اور باقی دو حرام ہونے میں شرک کے قریب ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ کی مراد بھی یہی چوتھی صورت ہے جسکو وہ شرک کے قریب یا حرام قرار دے رہے ہیں اور جن نذور میں یہ عوامل نہ پائے جائیں بلاشک و لاریب شرعاً درست اور صحیح ہوتی ہیں۔ ان کا ایفا بھی لازم یا جائز ہوتا ہے۔

مَنْ شَاءَ تَحْقِيْقًا زَائِدًا عَلَيْهِ فَلْيَرَاجِعْ إِلَى كُتُبِ الْمُتَدَاوِلَةِ مِنَ الْمُتُوْنِ وَالشُّرُوْحِ وَالْفَتَاوٰى. مِثْلَ بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ وَالشَّامِي وَمَظْهَرِي وَغَيْرِهِمْ.

عہد حاضر میں جو نذریں مانی جا رہی ہیں اُن کو بچشم حقیقت بیں دیکھا جائے تو کوئی بھی موجب حرمت (فسادِ عقیدہ یا فسادِ نیت و ارادہ) کہیں بھی نہیں پایا جاتا پھر ہر قسم کے موجب حرمت سے خالی نذور کی تحریم کا بلا جواز فتویٰ آخر کس لئے؟

بارہا مرتبہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر کسی سے ایفائے نذر میں کسی طرح کا فساد پیدا ہو بھی جائے وہ فساد حقیقۃً ہو یا وہمی مثلاً ذبح درست نہ ہو، تسمیہ بھول جائے۔ یا کوئی جنابت کی حالت میں ذبح کرے، نابالغ یا کوئی عورت ذبح کر دے یا تقسیم و استحقاق میں ابہام وغیرہ کا معاملہ ہو تو عوام الناس فوراً علمائے اسلام کی طرف رجوع کر کے نہ صرف رہنمائی لیتے ہیں بلکہ اُن کے بتائے ہوئے حکم شرعی پر سختی سے عمل بھی کرتے ہیں۔

اُن کا یہ طرزِ عمل بھی دلیل ہے اس حقیقت پر کہ نذر ماننے سے نہ صرف اربابِ علم و دانش کا "نذر و ایفائے نذر" للّٰہیت پر مبنی ہوتا ہے بلکہ معاشرہ کے ان پڑھ عوام کا مقصد و ارادہ بھی تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کا حصول ہی ہوا کرتا ہے لاغیر ورنہ حکم شرعی کی دریافت میں اس قدر بے تابی، پھر اُس کی تعمیل میں شدت و سختی چہ معنی دارد؟ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ اپنے صدقات و خیرات کی برکت سے بارگاہِ الٰہی میں حصول مدعا کی التجائیں کرتے ہیں اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے کسی عبدِ مقرب کی روح کو پہنچا دیتے ہیں۔

..... (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)

فصل دوم :-

وہ حقوق اللہ جو کسی جائز کام کی وجہ سے واجب ہوتے ہیں،

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کے وجوب کا سبب کوئی امرِ مباح ہو جیسے قسم کا کفارہ بعض وقتوں میں اور ماہِ رمضان کا روزہ بروقت نہ رکھنا مسافر یا مریض کیلئے وجوبِ قضا کا سبب ہے ۔ ؎۱

(گذشتہ سے پیوستہ) ..... یہ طریقہ نہ تو قبیح اور ممنوعِ شرعی ہے اور نہ ہی تحریم نذور کا موجب۔ بحمدہٖ تعالیٰ ! یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح امرِ واقعہ بن کر سامنے آگئی کہ مسلم معاشرہ کے عوام الناس بھی حرام اور شرکیہ نذور سے ہمیشہ بری ہوا کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد فاسد ہوتا ہے نہ نیت و ارادہ اور عمل ۔ ہاں ! وہ خلافِ شرع اعمال و افعال اور غیر شرعی رسومات جن کا ارتکاب جہال مقاماتِ مقدسہ پر جا کر کیا کرتے ہیں۔ ان کا اسلام سے تعلق ہے نہ اہلِ اسلام سے ، انکی منت مانی گئی ہو یا نہ ہو دو صورتوں میں حرام ، ممنوع اور موجب گناہ ہیں۔
جہلا کی ایسی بد اعمالیوں کو عقیدہ سمجھنا بھی ایک جہالت ہے یا علمی خیانت ۔

عبدِ مؤمن کی منت مانی ہوئی چیز بلا شک و لاریب حلال و پاکیزہ، طیب و طاہر ہوتی ہے اور ایسی ہی نذور کا ایفا واجب ہوا کرتا ہے۔ اسی بنا پر زبدۃ المحققین سند الاصولیین الشیخ احمد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

"ومن ههنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم فی زماننا حلال طيب". (تفسیراتِ احمدیہ ص۴۵ نورانی کتب خانہ پشاور)۔

ترجمہ : یہیں سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کیلئے جس گائے کی منت مانی گئی ہو، وہ حلال اور پاکیزہ ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔ (مرتب)

؎۱ اصطلاحِ فقہ میں روزہ نہ رکھنے کو "افطار" بھی کہتے ہیں۔
رمضان المبارک میں مسافر یا مریض کو "افطار" جائز اور روزہ رکھنا افضل ہے۔ تو گویا مسافر اور مریض کو شریعتِ مطہرہ نے روزہ نہ رکھنے کی جو اجازت دے رکھی ہے اسی اجازت کا نام ہے "رخصت" اور یہی رخصت ایک جائز کام ہے، امرِ مباح ہے۔
اب اگر کوئی مسافر یا مریض رخصتِ شرعیہ پر عمل کرتے ہوئے روزۂ رمضان المبارک نہیں رکھتا تو گنہگار تو نہیں ہوگا مگر اس کیلئے حکمِ شرعی یہ ہے کہ وہ مقیم ہونے یا تندرست ہونے کے بعد اسے ضرور قضا کرے تو وہی "رخصتِ شرعی" قضا کے واجب ہونے کا سبب ٹھہری۔ ("افطار" نہ کرتا تو قضا بھی واجب نہ ہوتی)
دوسری قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی سفر یا مرض جیسے شرعی عذر کے بغیر رمضان المبارک کا روزہ بروقت نہیں رکھتا تو وہ شخص تارکِ صوم (جاری ہے آئندہ صفحہ)

فصل سوم

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جنکے وجوب کا سبب کوئی گناہ ھوتا ھے :

مثلاً حدود (شرعی سزائیں) جو زنا، چوری، شراب اور بہتان کے سبب واجب ہوں اور کفارات جو عمداً روزہ توڑنے یا قتلِ خطا[2] یا ظہار[3] کے سبب واجب ہوتے ہوں۔

فصل چہارم :

بندوں کے وہ حقوق جن کے وجوب کا سبب کوئی طاعت ھو ۔

وہ حقوق العباد جن کے وجوب کا سبب کوئی طاعت ہے : جیسے کسی اہم اور ضروری چیز کا وعدہ پورا کرنا یا ذمہ داری، دیانت داری سے ادا کرنا ۔

(حاشیہ بقیہ از صـ)

ہونے کی بنا پر بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار پاتا ہے اور اس پر قضا بھی واجب رہتی ہے یہ وہ قضا ہے جس کے وجوب کا سبب ایک گناہ ہے اور وہ روزے کا بلا عذر ترک ہے۔ لیکن اگر وہی شخص حالت سفر میں ہو یا حالتِ مرض میں ہو اور روزہ نہ رکھے ۔ اب صرف قضا واجب ہے گناہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ "رخصتِ شرعیہ" وجوبِ قضاء کا سبب بھی ہے اور مسقطِ عصیاں کا سبب بھی۔ مگر اس رخصت پر عمل کرنا واجب ہرگز نہیں ہے صرف جائز ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ قضا روزے اللہ تعالےٰ کے اُن حقوق سے ہیں جنکے وجوب کا سبب امرِ مباح ہو۔ ہاں اگر ترک صوم رمضان کسی شرعی عذر کے بغیر ہوا ہو تو اس روزے کی قضا اللہ تعالےٰ کے اُن حقوق میں سے ہے جن کے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہوتا ہے۔ (المرتب)

[2] ۔ قتلِ خطا : ہرن کا شکار کرنے کیلئے اُسے تیر مارا مگر وہ تیر جا لگا انسان کو۔ وہ انسان تیر لگنے سے مرگیا یہ قتلِ خطا ہے، اس میں دیت کے ساتھ کفارہ بھی دینا پڑتا ہے۔ (مرتب)

[3] ظہار : شوہر اپنی زوجہ کو اپنے اوپر حرام ہونے میں اپنی ماں بہن (... جاری ہے آئندہ صفحہ پر)

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۔ (الاسراء : ۳۴)

اور وعدے اور ذمہ داریاں پوری کرو کیونکہ وعدوں، ذمہ داریوں کے متعلق ضرور باز پرس کی جائیگی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

اَلْعِدَةُ دَيْنٌ وَيْلٌ لِّمَنْ وَعَدَ ثُمَّ اَخْلَفَ وَيْلٌ لِّمَنْ وَعَدَ ثُمَّ اَخْلَفَ ۔ وَيْلٌ لِّمَنْ وَعَدَ ثُمَّ اَخْلَفَ (رواه الطبرانی عن علی و ابن مسعود وابن عساکر عن علی)

وعدہ قرض ہے ، ہلاکت ہے اُس کیلئے جس نے وعدہ کیا پھر اُس کے خلاف کیا ۔ ہلاکت ہے اُس کیلئے جس نے وعدہ کیا اور پھر وعدہ خلافی کی ۔ بربادی ہے اُس کیلئے جس نے وعدہ کیا پھر پورا نہ کیا ۔

اور صحیحین میں جناب ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ "زَادَ مُسْلِمٌ" وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ "ثُمَّ اتَّفَقَا" اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

منافق کی تین علامتیں ہیں ۔ امام مسلم نے یہ کلمات بھی زائدہ کئے اگرچہ وہ روزے رکھے اور نمازیں بھی پڑھے پھر یہ بھی سمجھے کہ میں مسلمان ہوں ۔ اس سے آگے متفق علیہ روایت ہے ۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے گا جب وعدہ کرے تو اُسکے خلاف کرے گا اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے گا ۔

(بقیہ حاشیہ) یا دیگر محرم خواتین سے تشبیہ دے اُسے ظہار کہتے ہیں) اس کا کفارہ یہ ہے کہ سب سے پہلے غلام آزاد کرے یہ نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھے یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ۔ (مرتب)

- اور سیدنا عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں ہیں جس کے اندر یہ چار ہوں وہ منافق ہے۔

۱۔ جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ ۲۔ جب بولے تو جھوٹ بولے

۳۔ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور دھوکہ دے۔ ۴۔ جب کسی سے جھگڑے تو گالیاں بکے۔

فصل پنجم:

بندوں کے وہ حقوق جو کسی امرِ مباح کی وجہ سے واجب ہوتے ہوں۔

ان کی مثال جیسے قرض ہے اور اسی طرح کی دوسری اشیاء ہیں جو خرید و فروخت، اجرت و اجارہ، خدمت کرانے، عاریت لینے، قرض لینے اور نکاح و خلع وغیرہ کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں۔

ان حقوق کا ادا کرنا یعنی قیمت وصول کر لینے کے بعد بکی ہوئی چیز خریدار کے حوالے کر دینا، عورت کا اپنے منافع بدنیہ اپنے خاوند کے سپرد کرنا، مالک کا مبیع کو شفیع کے حوالے کرنا، قیمت پوری ادا کرنا، اور قرض، مہر، اجرت اور عاریت کا واپس کر دینا اور امانت اصل مالک کے سپرد کر دینا اور ان کے علاوہ دیگر وہ حقوق جن کو فرائض میں ایک اہم مقام حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق مغفرت کا احتمال رکھتے ہیں، ان کا ادا کر دینا ہی بہتر اور انسب ہے۔ اور ان حقوق کے ضائع کرنے میں اور قرض ادا نہ کرنے میں بخشش و مغفرت کا احتمال ہی نہیں ہے۔ (لہذا ان کے ادا کرنے سے ہی گلو خاصی ہو سکے گی ورنہ ممکن نہیں۔)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ - رواہ مسلم عن عبد اللہ بن عمر

شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جائینگے سوائے قرض کے ۔ مسلم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ (متفق علیہ عن ابی ھریرۃ)

قرض ادا کرنے میں (توفیق ہونے کے باوجود) تاخیر کرنا ظلم ہے ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں نماز کیلئے ایک جنازہ لایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کیا اُسکے ذمہ کسی کا قرض ہے ؟ عرض کیا گیا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی ۔

پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو آپ نے وہی پوچھا کہ اس پر کسی کا قرض ہے ؟ یعنی کوئی حق العباد ہے ؟ عرض کیا گیا کہ ہاں اُس کے ذمہ قرض ہے ۔ تو آپ نے فرمایا ! کیا کچھ مال بھی اُس نے چھوڑا ہے ؟ عرض کیا گیا کہ ہاں تین دینار تو آپ نے اُس پر بھی نمازِ جنازہ پڑھائی ۔

پھر تیسرا جنازہ خدمتِ اقدس میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اُس پر کوئی قرض ہے ؟ عرض کیا گیا ہاں تین دینار ! آپ نے پوچھا کہ کچھ مال بھی چھوڑا ہے ؟ عرض کیا نہیں تو فرمایا تم اُس پر نمازِ جنازہ پڑھو ۔ حضرت ابو قتادہ عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اس کا قرض میں ادا کروں گا ۔ آپ اِس پر جنازہ پڑھیں ۔ تب آپ نے نمازِ جنازہ اس پر پڑھائی ۔ بخاری نے مسلم بن اکوع سے روایت کی اور لبغوی نے شرح السنۃ میں ابی سعید خدری سے روایت کی کہ ایک جنازہ لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ! کیا اس پر قرض ہے ؟ عرض کیا گیا ہاں اس پر قرض ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کیا بقدرِ قرض مال بھی چھوڑا ہے ؟ عرض کیا گیا نہیں ! آپ نے فرمایا ۔

اس پر نمازِ جنازہ تم پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اس کا قرض میں نے اپنے ذمہ لیا، اُس وقت آپ نے نمازِ جنازہ پڑھی اور حضرت علی سے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے ہر قید و بند سے رہائی دے گا جس طرح تو نے اپنے دوست کو قید و بند سے رہا کرایا۔

مسلم نے ابوقتادہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" جب میں کفار کے خلاف جنگ اور قتال کروں اور پیٹھ نہ پھیروں تو کیا اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا؟ فرمایا ہاں معاف فرما دے گا مگر قرض۔ جبریل امین نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ اور "مہر" ادا کرنے کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں :۔

وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء : ۴)	عورتوں کو اُن کے حق مہر خوشدلی سے ادا کرو۔

نِحْلَةً : اُس عطیہ کو کہتے ہیں جو اپنے غیر مشتبہ حلال مال سے ہو اور خوشدلی و وسعتِ قلبی اور دیانت داری کے ساتھ ادا کیا جائے۔[1]

مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو اُن کے حقوق المہر اپنے غیر مشتبہ حلال مال سے فراخ دلی اور خوشی خوشی بڑی دیانتداری سے ادا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اُعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ	مزدور کو اُس کا حق اجرت اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو
رواہ ابن ماجہ عن ابن عمر وابو یعلی عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن جابر والحکیم والترمذی عن انس	ابن ماجہ نے ابن عمر سے، ابو یعلی نے ابی ہریرہ سے، طبرانی نے جابر سے اور حکیم اور ترمذی نے حضرت انس سے۔

---

[1] تفسیر مظہری، بیضاوی، کشاف، مدارک و دیگر کتب تفاسیر میں "نِحْلَةً" کا یہی مفہوم لیا گیا ہے۔ (مرتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

إِذَا دَعَا رَجُلٌ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ : لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ ۔

(متفق علیہ عن ابی ہریرہؓ)

جب شوہر اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے پھر خاوند نے تمام رات غصہ میں گزار دی تو فرشتے اُس عورت پر صبح ہونے تک لعنت کرتے رہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا

(النساء : ۵۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے مالکوں کو ادا کردو

فصل ششم
قرض ادا کرنے کی تاکید

اگر کوئی شخص قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اُس کے پاس اتنا مال نہیں کہ قرض ادا کرسکے تو امید ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اُس کے قرض خواہوں کو خود راضی کرکے اُس کو بہشت میں داخل کرے گا ۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ تَدَايَنَ بِدَيْنٍ وَفِي نَفْسِهِ وَفَاؤُهُ ثُمَّ مَاتَ تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضٰى غَرِيمَهُ بِمَا شَاءَ وَمَنْ تَدَايَنَ

جو کوئی قرض کے لین دین میں مقروض ہوگیا اور وہ اُس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر فوت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے قرض خواہوں کو جیسے بھی چاہے گا راضی کرکے اُس کو

بِدَيْنٍ وَلَيْسَ فِيْ نَفْسِهٖ
وَفَاءَهٗ ثُمَّ مَاتَ
اِقْتَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى
لِغَرِيْمِهٖ مِنْهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ :
رواہ حاکم عن ابی امامہ

بخش دے گا اور جو شخص قرض کا معاملہ کرتے ہوئے مقروض ہو گیا اور ادا کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا پھر فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے قرضخواہوں کو اُسی سے بدلہ دلائے گا۔

حاکم اور طبرانی نے ابی امامہ سے اِن الفاظ میں بھی روایت کی ہے۔ (مفہوم ایک ہے)

مَنْ اَدَّى دَيْنًا فَهُوَ يَنْوِيْ
اَنْ لَّا يُؤَدِّيَهٗ فَمَاتَ
فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اِنِّيْ لَاٰخُذُ لِعَبْدِيْ بِحَقِّهٖ
فَيُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ
فَيُجْعَلُ فِيْ حَسَنَاتِ
الْاٰخَرِ فَاِنْ لَّمْ
يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ
سَيِّئَاتِ الْاٰخَرِ فَيُجْعَلُ عَلَيْهِ

جو شخص فوت ہو گیا اور قرض ادا کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا تو بروزِ قیامت اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ میں اپنے بندے کا حق اُس کو خود دلاتا ہوں پھر مقروض کی نیکیاں قرض خواہ کو دلائی جائیں گی۔ اگر اُس کے پاس نیک اعمال نہیں ہیں تو قرض خواہ کے گناہ مقروض پر رکھ دیے جائینگے

طبرانی نے ابنِ عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرض دار دو قسم ہوتے ہیں۔ ایک وہ مقروض جو قرض ادا کرنے کی نیت رکھتے تھے اور وہ فوت ہو گئے (ادا نہ کر سکے) اُن کا ولی میں ہوں یعنی اُن کو میں بخشواؤں گا اور حق تعالیٰ سے اُس کا قرض میں ادا کراؤں گا۔

دوسرا وہ مقروض جو اِس حال میں فوت ہوا کہ قرض ادا کرنے کی نیت بھی نہیں رکھتا تھا تو بروزِ قیامت اُسکی نیکیاں لے لی جائینگی جس دن درہم

و دیدار نہیں ہوں گے اور اسی طرح ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔

فصل ہفتم:۔ وہ حقوق العباد جن کے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہو ۔

جیسے کسی کو قتل کر دینا یا کوئی عضو کاٹ لینا یا کسی کا مال چھین لینا یا چوری کرنا، خیانت کرنا یا گالیاں وغیرہ دے کر کسی کی بے عزتی کرنا، گلہ و غیبت کرنا وغیرہ۔ یہ وہ حقوق ہیں جو مال ادا کرنے یا مظلوم کو راضی کرنے سے ادا ہو سکتے ہیں۔ مظلوم کی رضامندی اور حقدار کی حق رسی کے بغیر اُن حقوق میں معافی و بخشش نہیں ہو سکتی۔ ہاں مگر جسے اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول چاہیں۔

چنانچہ رسول اکرم نورِ مجسم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلدَّوَاوِیْنُ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ ثَلٰثَۃٌ دَوَاوِیْنُ لَا یَعْبَؤُ اللّٰہُ بِہٖ شَیْئًا وَّدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُ اللّٰہُ مِنْہُ شَیْئًا وَدِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُہُ اللّٰہُ:

اعمال نامے تین طرح کے ہیں ایک تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی شمار میں بھی نہیں لائے گا، دوسرا وہ ہے کہ اُس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑے گا، تیسرا وہ ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا، وہ اعمال نامہ

لے قتل، غصب، چوری، خیانت وغیرہ جیسے جرائم میں قصاص، دیت، ارش، اصل مالک یا وارث کو ادا کرنا واجب ہوتا ہے ورنہ یہ حقوق ادا نہیں ہوں گے

جبکہ غیبت، گلہ اور گالیاں وغیرہ میں مظلوم و مشتوم کو بہر صورت راضی کرنا لازم ہوتا ہے خواہ معذرت اور معافی مانگ کر ہو یا اُسے تحائف وغیرہ کی صورت میں کچھ دے کر ہو۔ (مرتب)

أَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِيْ لَا يَغْفِرُهُ اللّٰهُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ. قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَأَمَّا الَّذِيْ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ شَيْئًا فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ مِنْ صَوْمِ يَوْمٍ تَرَكَهٗ أَوْ صَلٰوةٍ تَرَكَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَغْفِرُ ذٰلِكَ وَيَتَجَاوَزُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَأَمَّا الَّذِيْ لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا الْقِصَاصُ لَا مَحَالَةَ. (رواہ الحاکم واحمد عن عائشة رض)

جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے بہشت حرام کردی ہے اور وہ اعمال نامہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی شمار میں بھی نہیں لائے گا وہ بندے کا اپنی ذات پر ظلم ہے جو اس نے اپنے رب کے حقوق کا تارک بن کر کیا۔ جیسے کسی دن کا روزہ ترک کیا ہو یا کوئی ایک نماز چھوڑ دی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اگر چاہا تو یہ حقوق جس کیلئے چاہے گا اسے بخش دے گا۔ اور وہ اعمال نامہ جس میں اللہ تعالیٰ ذرہ بھر نہیں چھوڑے گا۔ وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے، اس میں بدلہ اور قصاص یقیناً ہوگا۔

طبرانی اور ان جیسے آئمہ نے سلمان سے اور بزار نے حضرت انس سے اسی طرح روایت کیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ اسی دنیا میں ہی (حق ادا کرکے) بخشوالے کیونکہ بروز قیامت نہ دینار ہوں گے نہ درہم۔ اگر ظالم کے کوئی

نیک عمل ہونگے بھی تو اُس کے بقدر ظلم لے کر مظلوم کو دے دیے جائینگے اور اگر نیک عمل نہیں ہونگے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر رکھ دیے جایئں گے۔ اس کو امام بخاری رحؒ نے ابی ھریرہ رضؓ سے روایت کیا۔

امام مسلم اور ترمذی ابی ہریرہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی جو شخص مال واسباب نہ رکھتا ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت میں مفلس وہ ہوگا جو بروز قیامت نماز، روزہ، زکواۃ کے ساتھ تو حاضر ہو لیکن اُس نے کسی کو گالی دی ہوئی ہوگی اور کسی کو زنا کی تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا۔ اور کسی کا خونِ ناحق بہایا ہوگا (ناحق قتل کیا ہوگا) اور کسی کو مارا ہوگا۔

پس ایسے شخص کو (ایک طرف) بٹھادیا جائے گا اور ہر ایک اپنے اپنے حق کے عوض میں اُسکی نیکیاں لیتے رہیں گے۔ جب اُس کے نیک اعمال ختم ہوجایئں گے اور حقوق جو اُسکے ذمہ تھے۔ ابھی بہت کچھ باقی ہوں گے تو اُس کے مظلوموں کے گناہ اُن سے لیکر اُس پر رکھ دیے جایئں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَامِنْ رَجُلٍ یَضْرِبُ عَبْدَاللّٰہِ اِلَّا اُقِیْدَ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔	جو بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کو مارتا ہوگا (اپنے غلام کو) بروز قیامت اُس سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔
رواہ البزار والطبرانی عن عمار وعن ابی ھریرہ نحوہ	

اور حاکم نے سلمان، سعد اور ابن مسعود ودیگر صحابہ سے اور طبرانی نے ابو اُمامہ، ابی بُردہ اور انس سے اسی طرح روایت کی۔

اور حضرت ھنّاد ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ اور

شرح حدیث :- دو شخصوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا۔ (گالیاں دیں) تو دونوں کا گناہ اُسی پر ہے جس نے پہلے گالی دی جب تک کہ دوسرا (مظلوم) اُس کے کہنے سے زیادہ نہ کہے۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اَلْمُسْتَبَّانِ شَيْطَانَانِ يَتَهَاتَرَانِ وَ يَتَكَاذَبَانِ رَوَاهُ احمد وَ البخاری فِی الْاَدَبِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَن عیاض بن حمار۔	ایک دوسرے کو گالیاں بکنے والے دو شیطان ہیں۔ آپس میں باطل کلام کرتے ہیں اور آپس میں جھوٹ بولتے ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں سند صحیح کے ساتھ عیاض بن حمار سے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ	نیکی اور بُرائی یکساں نہیں ہیں برائی کا تدارک اُس نیک عمل سے کر جو سب سے بہتر ہو (اگر تو نے ایسا کیا) تو جس کی تیرے ساتھ دشمنی تھی وہ تیرا مخلص جگری دوست بن جائے گا۔ اور یہ وصف صرف صبر کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے اور یہ نعمت بہت خوش نصیب آدمی کو دی جاتی ہے۔ لیکن اگر تیرے دل

---

[1] جب مظلوم گالیاں دینے میں اس سے بڑھ جائے تو اب دونوں برابر کے گنہگار اور برابر کے ظالم ہوں گے۔ (المرتب)

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(حٰمٓ السجدہ: ۳۴ تا ۳۶)

میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

تفسیر:- وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؛

نیکی اور برائی ایک جیسی چیز نہیں ہے، برابر نہیں۔ لیس جو نیکی کرسکتا ہے برائی کرنا کیوں اختیار کرے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؛ یعنی اگر تیرے ساتھ کسی نے بدسلوکی اختیار کی ہے تو تو اسکے عوض اس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آ۔ تیرے اس طرزِ عمل سے اُسکی برائی دفع ہوجائے گی۔ (یعنی ایک نہ ایک دن وہ بدسلوکی کرنے اور برائی کرنے سے باز آہی جائے گا) اور وہ تیرا دوست بن جائے گا۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ اگر شیطان تیرے دل میں وسوسہ ڈالے اور اس طرزِ عمل سے باز رکھے تو تو اللہ کی پناہ طلب کر کہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے، تجھے پناہ عطا فرمادے گا۔

ایک مرد نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کئی غلام ایسے ہیں جو مجھے دروغ گو اور جھوٹا کہتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور بے فرمانی بھی کرتے ہیں۔ میں اُن کو مارتا ہوں اور گالیاں دیتا ہوں۔ پھر میرا معاملہ اُن کے ساتھ کیسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اُن کا خیانت کرنا، جھٹلانا اور بے فرمانی کرنا۔ تیری اُن کو سزا دینے کے ساتھ حساب کیا جائے گا۔ اگر اُن کو سزا دینا تجھے سزا دینے سے کم ہوگا تو تجھے اُن پر برتری وفضیلت حاصل ہوگی

اور اگر تیرا اُن کو سزا دینا اُن کے گناہ کے برابر ہوگا تو حساب بھی برابر ہوگیا۔
اور اگر تیرا اُن کو سزا دینا اُن کے گناہ اور جرم سے بڑھ گیا تو اُس زیادتی کے برابر تجھ سے عوض لیا جائے گا۔ وہ مرد رونے لگا اور بلند آواز سے فریاد کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (الانبیاء ۲۱، ۴۷)

ہم بروز قیامت عدل و انصاف کا ترازو قائم کریں گے پھر کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا (اگر کسی نے دنیا میں) رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی (ظلم یا عمل) کیا ہوگا تو ہم اِسے بھی لائیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

اُس آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! اب میں اُن کی جدائی سے بہتر کوئی چیز بھی نہیں پاتا۔ پس میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُن سب کو آزاد کر دیا۔ امام احمد اور ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

بدی را بدی سہل باشد جزا　　اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ

تذییل :- حسن خلق اور نرمی کے بہتر ہونے اور تکبر کی برائی کے بیان میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم ۴)　　یقیناً آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں

شَہِيْدُ هٰذَا. فَقَالَ: هٰذَا لِمَنْ اَعْطَى الثَّمَنَ قَالَ يَارَبِّ! وَمَنْ يَمْلِكُ ذَالِكَ، قَالَ اَنْتَ تَمْلِكُهُ! قَالَ بِمَ قَالَ بِعَفْوِكَ مِنْ اَخِيْكَ: قَالَ يَارَبِّ اِنِّيْ قَدْ عَفَوْتُ عَنْهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى خُذْ بِيَدِ اَخِيْكَ فَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه الحاکم والبیہقی وسعد بن منصور عن انس)

شہید کیلئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ اُسی کے ہونگے جو انکی قیمت ادا کردے گا عرض کرے گا۔ اے میرے رب! ان کا مالک کون بن سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی ان کا مالک بن سکتا ہے۔ عرض کرے گا وہ کیسے؟ فرمائے گا۔ اپنے بھائی کو معاف کر کے۔ عرض کرے گا کہ میں نے اپنے بھائی کو معاف کر ہی دیا۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ پھر اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جنت میں (اپنے ہمراہ) لے جا یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو۔ آپس میں صلح کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ بروزِ قیامت بھی اہلِ ایمان کے درمیان مصالحت کروائینگے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں جب بہشتی بہشت میں اور دوزخی یعنی کفار جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ اے ظلم کرنے والو! ایک دوسرے کو بخش دو۔ تمہارا ثواب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ طبرانی نے حضرت انس سے اور ام ہانی سے بھی اسی طرح روایت کیا۔

امام محمد الغزالیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث کے مصداق وہ لوگ ہیں جو ظلم کرنے سے تائب ہو چکے ہوں اور آئندہ کبھی بھی کسی پر ظلم نہ کرنے کا پختہ عہد کر چکے ہوں یہی لوگ اوّاب ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے) ان ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

اِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (الاسراء : ۲۵)	بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہی تاویل عمدہ اور درست ہے۔ حکم عام نہیں ہے۔ اگر عام ہوتا تو کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوتا۔

سوال :- اگر کوئی کسی کی جان، مال یا عزت و آبرو پر ظلم کرے تو کیا اُس کا بدلہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جتنا ظلم ہو اتنا بدلہ لینا تو جائز ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے اور بدلہ نہ لینا (معاف کر دینا) اَولیٰ اور افضل ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا :-

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرہ : ۱۹۴)	تم اُس سے اتنا بدلہ لو جتنا اُس نے تم پر ظلم کیا تھا۔

یہ صیغۂ امر (فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ) اباحت کیلئے ہے۔ کیونکہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا :-

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (النحل : ۱۲۶ - ۱۲۷)	اگر تم سزا دینا چاہتے ہی ہو تو انکو سزا دو مگر اس قدر کہ جتنی تم کو تکلیف دی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو صبر ہی بہتر ہے صابرین کیلئے۔ اور آپ صبر فرمائیے۔ آپ کا صبر تو فقط اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا :-

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ
مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ
فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ
إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝
وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ
ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ
مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۝
إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى
الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ
وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ
إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ
عَزْمِ الْأُمُورِ ۝
(الشوریٰ ۴۰ تا ۴۳)

برائی کا بدلہ اُس جیسی ہی برائی ہے پس جو شخص معاف کردے اور صلح کرلے تو اُس کا ثواب اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ بیشک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا (یعنی دشمن رکھتا ہے) اور جو اپنی مظلومی کے بعد بدلہ لے لیں تو اُن پر (دنیا و آخرت میں) کوئی مواخذہ نہیں بیشک مواخذہ تو اُن لوگوں کا ہوگا جو دوسرے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد برپا کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اور جو صبر کرے اور (اپنے اوپر کئے گئے ظلم) معاف کردے تو یہ یقیناً بڑی ہمت کے امور میں سے (ایک) ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى
الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ
رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد والترمذی
عن ابی ھریرہ۔

دو گالیاں دینے والوں میں گنہگار وہ ہوگا جس نے ابتدا کی ہوگی۔ یہاں تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے

تابعین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو کہے " اے کتے " یا " اے خنزیر " یا " اے گدھے " تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ (ایسا کہنے والے سے) پوچھے گا کہ کیا تو نے دیکھا تھا کہ میں نے اسکو کتا ____ یا ____ خنزیر یا ____ گدھا ____ بنایا تھا ؟

فائدہ :- ظلم جس طرح مسلمان پر حرام ہے اسی طرح ذمی پر بھی حرام ہے کیونکہ اہل ذمہ کے ساتھ عہد کرنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیمان ہوتا ہے۔ اس کو توڑنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد شکنی لازم ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَنْ قَذَفَ ذِمِّيًّا لَهُ حَدٌّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنَ النَّارِ
(رواہ الطبرانی عن واثلہ بن الاسقع)

جس نے ذمی پر زنا کی تہمت لگائی بروز قیامت اس کو دوزخ کے کوڑوں سے سزا دی جائے گی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ مِنْ حَقِّهِ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسِهِ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

خبردار ہو جاؤ ! جس نے ذمی پر ظلم کیا اور اس کے حق کو کچھ کم کر دیا یا اسکی طاقت سے زیادہ اس سے کام لیا یا اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے لی تو بروز قیامت خود میں اسکی طرف سے حجت قائم کروں گا۔

فائدہ :- جاننا چاہیے کہ شرک کے سوا جو گناہ بھی ہو اسکی سزا بالآخر ختم ہو جائے گی اگرچہ کتنا ہی بڑا اور کتنے ہی کثیر کیوں نہ ہوں۔ پس ان احادیث کا مقتضا یہ ہے کہ بندوں کے حقوق بالخصوص مظالم ہرگز معاف نہیں کیے جائیں گے اور نہ ہی مہمل چھوڑ دیے جائیں گے۔ مظلوموں کو ظالموں کی نیکیاں دے کر ان کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا حتیٰ کہ ان کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی

اب بھی اگر مظالم باقی بچ گئے تو مظلوموں کے گناہ ظالموں پر رکھ کر اسکو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

جب اُسکے گناہوں کی سزا اگرچہ طویل مدت کے بعد ختم ہو جائیگی اور ظلم کرنے والے مومن اپنے مظالم سے پاک ہو چکے ہوں گے تو اُس وقت انکو بہشت میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ ایمان کی جزا بہشت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ امام بیہقی نے ایسے ہی فرمایا۔

لیکن مظالم کی نحوست اور شامتِ بداعمالی کی وجہ سے کبھی کبھی ایمان چھین بھی لیا جاتا ہے (نعوذ باللہ منہا) حق تعالیٰ مظالم کے صادر ہونے سے ہم سب کو اپنی پناہ اور حفظ وامان میں رکھے (آمین)۔

ے مباش درپئے آزار و ہرچہ خواہی کن کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

لیعنی شریعت محمدی میں مظالم جیسا کوئی گناہ نہیں۔

فائدہ :- اگر کوئی ظالم ظلم کرنے سے باز آجائے اور سچی توبہ کرلے اور مظالم واپس کرنے کی یا مظلوموں کو راضی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس صورت میں امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اپنے خزانۂ غیب سے اُس کے مظلوموں اور حقداروں کو راضی کر دے گا۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ :-

رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِیْ جَثَیَا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ الْعِزَّۃِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فَقَالَ اَحَدُھُمَا یَارَبِّ ! خُذْلِیْ مَظْلِمَتِیْ مِنْ اَخِیْ : فَقَالَ اللّٰہُ اَعْطِ اَخَاکَ مَظْلِمَتَہٗ فَقَالَ	(بروزِ قیامت) میری امت کے دو آدمی ربّ العزّت کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھیں گے، اُن میں سے ایک عرض کرے گا۔ اے میرے رب! مجھے میرے بھائی سے میرا حق دلا (جو اُس نے مجھ پر ظلم کیا تھا)۔ اللہ تعالیٰ دوسرے کو حکم فرمائے گا

يَا رَبِّ : لَمْ يَبْقَ
مِنْ حَسَنَاتِي شَيْءٌ .
فَقَالَ اللّٰهُ كَيْفَ تَصْنَعُ
لَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهِ
شَيْءٌ ؟ فَقَالَ يَا رَبِّ :
يَحْمِلُ مِنْ أَوْزَارِي
وَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالْبُكَاءِ وَقَالَ إِنَّ ذٰلِكَ
لَيَوْمٌ عَظِيمٌ يَوْمٌ
يَحْتَاجُ النَّاسُ إِلَى
أَنْ يُحْمَلَ عَنْهُمْ
أَوْزَارُهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ
ارْفَعْ رَأْسَكَ
فَانْظُرْ فِي الْجِنَانِ
فَرَفَعَ رَأْسَهُ
فَقَالَ يَا رَبِّ !
أَرَى مَدَائِنَ مِنْ
فِضَّةٍ مُرْتَفِعَةٍ
وَمِنْ ذَهَبٍ وَ
مُكَلَّلَةٍ بِاللُّؤْلُؤِ
لِأَيِّ نَبِيٍّ أَوْ لِأَيِّ
صِدِّيقٍ أَوْ لِأَيِّ

کہ اپنے بھائی کے حقوق ادا کرے وہ
عرض کرے گا ۔ اے میرے رب
میری تو تمام نیکیاں ختم ہو چکی ہیں
کچھ بھی باقی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ مظلوم
کو فرمائے گا ۔ اب تو کیسے کرے گا ۔
اُسکے پاس نیکیوں میں سے کچھ بھی
باقی نہیں ہے ۔ وہ عرض کریگا
اے میرے پروردگار ! پھر وہ
میرے گناہ اٹھالے ۔ یہاں رحمتِ
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمہائے
مازاغ سے آنسو مبارک جاری
ہو گئے اور فرمایا وہ دن سخت ترین
دن ہوگا ۔ اُس دن لوگ محتاج
ہونگے کہ کوئی اُن کے گناہ اٹھالے
(مگر ایسا نہیں ہو سکے گا) ۔ پھر
اللہ تعالیٰ مظلوم کو فرمائے گا
سر اوپر اٹھا اور دیکھ بہشت میں
وہ سر اٹھا کر اوپر دیکھتے ہوئے
عرض کرے گا ۔ اے میرے رب
میں سونے اور چاندی کے بلند و
بالا شہر دیکھ رہا ہوں جو مروارید
اور موتیوں سے مرصع و مزین ہیں
یہ تو کسی نبی یا کسی صدیق یا کسی

مزید ارشادِ ربانی ہے :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ .... الآية

(اٰلِ عمران : ۱۵۹)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ (لوگوں کیلئے) نرم ورحم دل ہیں۔ اور اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو (کبھی سے یہ لوگ) آپ کے آس پاس سے دور ہو چکے ہوتے۔ پس آپ اُن کو معاف فرما دیجیئے اور اُن کیلئے بخشش طلب کیجیئے اور ان سے مشورہ بھی لیا کیجیئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خواص کے حق میں فرماتے ہیں :

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

(الفرقان : ٦٣)

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور جب کوئی جاہل ان سے جاہلانہ گفتگو کریں تو وہ ان کو صرف یہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو۔

شرح آیت :

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۔

یعنی اگر جاہل لوگ ان کے ساتھ جاہلانہ اندازِ تخاطب میں گفتگو کریں تو اللہ تعالیٰ کے بندے اُن کے جواب میں ایسی کلام کہتے ہیں جو دل آزاری اور گناہ سے بچنے کا باعث ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص رفق ونرمی سے محروم رہا وہ ہر چیز سے محروم رہا۔ روایت کیا اسکو مسلم نے جریر سے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میرے نزدیک تم میں سے

زیادہ پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو ——— نیک اخلاق رکھتے ہیں۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا۔

صحیحین میں ہے کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو نیک اخلاق رکھتے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ۔

(رواہ ابو داؤد)

بے شک مومن اپنی نیک خلقی کے سبب وہ مرتبہ و مقام پالیتا ہے جو تمام رات نماز میں رہنے والے اور سارا دن روزہ رکھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ

رواہ مالک فی موطا و احمد عن ابی ھریرۃ

میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اور نیک اخلاق کی عملاً تکمیل کردوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ

جو کوئی بھی اللہ کیلئے تواضع و انکساری کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے بلند فرمادے گا۔

حدیث قدسی میں ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ إِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيْ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ

رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ

کبریائی اور تکبر میری چادر ہے۔ عظمت و بزرگی میرا اکر بند ہے۔ پس جو کوئی ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھ سے منازعت کرے گا، میں اسے جہنم میں پھینک ڈالوں گا۔ احمد اور ابوداؤد

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ وَ ابن ماجہ عَنْ ابْنِ عَبَّاس وَرَوَی الحاکم عَنْ اَبِی هُرَیرَۃَ اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ رِدَائِیْ قَصَمْتُہٗ۔

اور ابن ماجہ نے ابی ہریرہؓ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے بھی روایت کیا۔ اور حاکم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی کہ کبریائی میری چادر ہے، جس نے یہ چادر کھینچی میں اُسے تباہ برباد کردوں گا

شرح حدیث:

ان دونوں احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کبریائی ہو یا عظمت یہ دونوں میری خاص چادریں ہیں، میری صفات ہیں۔ پس جو بھی مجھ سے یہ چادریں اتارنے اور خود پہننے کی ناکام کوشش کرے گا۔ یعنی تکبر کرنے لگے یا خود ساختہ عظیم بننے لگے تو میں اُسکو جہنم میں میں ڈالوں گا۔ برباد اور ہلاک کردوں گا۔

دادیم ترا گنج مقصود نشاں   گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنَ الْخِصَالِ مَا یُرْضَاہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَکَۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمُتَّبِعِ سُنَّتِہٖ لِجُوْبِہٖ تَعَالٰی۔

تمام شد بحمدہٖ تعالیٰ ترجمہ نسخہ صحیحہ حقیقت الاسلام جامع حقوق عباد و پروردگار انام۔ مصنفہ سلالۃ العلماء زبدۃ الفقہاء مفسر کلام اللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ۔

مترجم: معصیت نقش رسول بخش عفی اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ وعن احبائہٖ واولادہٖ ومتعلقیہ بجاہِ حبیبہٖ ورسولہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

شانِ رأفتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس بن مالک قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
حیاتی خیرٌ لکم ینزل علیّ الوحی من السماء، فاخبرکم بما یحل لکم
وما یحرم علیکم!
وموتی خیرٌ لکم تعرض علیّ اعمالکم کل خمیس، فما کان من حسن حمدت
اللہ علیہ، وما کان من ذنب استوھب اللہ ذنوبکم
(رواہ محدث ابن جوزی) الوفاء ۲/۸۱۰

مفہوم حدیث :۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ تمہارے لئے میری زندگی بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان
سے وحی نازل ہوتی رہتی ہے تو میں تمہیں حلال و حرام اشیاء کی
خبر دیتا رہتا ہوں۔
اور تمہارے لئے میری وفات بھی بہتر ہے کہ ہر خمیس مجھ پر تمہارے
اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ عمل اچھے ہوتے ہیں تو میں اللہ تعالےٰ
کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اگر عمل برے ہوں تو میں تمہارے لئے اللہ تعالےٰ
سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری

عن ابی امامة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "عرض ربی بطحاء مکة ذھبا، فقلت: لا یا رب، ولکن اجوع یوما و اشبع یوما فاذا شبعت حمدتک و شکرتک و اذا جعت تضرعت الیک ودعوتک" (الوفا، ص۴۷)

حدیث کا مفہوم: حضرت ابی امامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے رب نے مکہ کی وادی بطحا سونا بنا کر مجھے پیش کی تو میں نے عرض کی: اے میرے رب مجھے یہ نہیں چاہیے۔ بلکہ میں ایک دن بھوکا اور ایک دن سیر ہو کر رہوں گا۔ پس جس روز سیر ہوں گا تو آپکی حمد و شکر کروں گا۔ اور جس دن بھوکا رہوں گا تو تجھ سے ہی تضرع کرتے ہوئے مانگوں گا۔

واحسن منک لم تر قط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءً من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

مترجم علیہ الرحمۃ کا نعتیہ کلام

باعثِ ایجادِ عالم فخرِ جملہ انبیاء	ختم الرسل ہادی سبل آمد محمد مصطفیٰ ۲
چوں بباریدا زسما آں رحمتِ پروردگار	بر زمین حسنِ ازل آمد محمد مصطفیٰ ۲
از رخِ پرنورِ او روشن شدہ ارض و سما	شمس و قمر خجلاں شدہ آمد محمد مصطفیٰ ۲
از پئے رجم شیاطین نجم را کردہ حکم	چوں آں شہ کون و مکاں آمد محمد مصطفیٰ ۲
کردہ منزل مدحِ تو اندر کلامِ پاک خود	رطب اللساں انساں شدہ آمد محمد مصطفیٰ ۲
عاصیا! غمگین مشو در رہ محبوبِ رب	شافعِ حشر پیشِ خدا آمد محمد مصطفیٰ ۲

وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ
واصحابہ وبارک وسلم دائما ابدا ابدا

اقوالِ زرّیں

☆ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

۱۔ موت سے محبت کر زندگی عطا کی جائے گی۔

۲۔ پیغمبروں کی میراث علم ہے اور فرعون ' قارون کی میراث دولت ہے۔

۳۔ جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

☆ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

۱۔ جو شخص خود کسی منصب کا طالب ہو اسے اس پر مقرر نہ کیا جائے۔

۲۔ سب سے بدبخت حاکم وہ ہے جس کے سبب رعایا بگڑ جائے۔

۳۔ کسی شخص پر بھروسہ نہ کرو جب تک اسے غصہ کی حالت میں آزما نہ لو۔

☆ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

۱۔ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

۲۔ تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔

۳۔ اے انسان! اللہ نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے۔

☆ حضرت علیؓ نے فرمایا:

۱۔ وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے۔

۲۔ دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے: ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا۔

۳۔ فرائض کو ضائع کر کے نوافل کے ذریعے قرب خدا حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا:

۱۔ توبہ کرنا کمال نہیں۔ توبہ پر ثابت قدم رہنا کمال ہے۔

۲۔ سب کچھ چھوڑ کر پہلے اکل حلال (حلال کھانا) کے حصول کی کوشش کر۔

۳۔ جس حقیقت پر شریعت شہادت نہ دے وہ بے دینی ہے۔

☆☆ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی تو کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔ پھر انبیا اولیا صدیق اور شہید اسی کی گود میں پرورش پا کر بڑے ہوئے۔ (رابعہ بصریؒ)

دل کو قابو میں رکھنا اور اختیار ہونے پر ناجائز خواہشات سے بچنا ہی مردانگی ہے۔ (رابعہ بصریؒ)

ہماری معیاری مطبوعات

کتاب	مصنف	کتاب	مصنف
ورفعنا لک ذکرک	سید رسول ترگوی	تاجدار کائنات کی نصیحتیں	مظہر حسین
نصاب جمال	محمد اکرام شاہ جیلانی	فرمودات قائد انقلاب	طاہر حمید تنولی
شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ	انوار فریدی	مشعل سیرت	عبدالغنی تائب
سوانح حیات (سیدنا طاہر علاؤالدین)	پروفیسر محمد رفیق	سفر نور	ضیاء نیر
مجالس مرشد (سیدنا طاہر علاؤالدین)	محمد عمر حیات الحسینی	صدائے درد	نور احمد نور
پگھل جائیں گی زنجیریں	انوار فریدی	رباعیات نقشبند	محمد صادق قصوری
جہان نعت	پروفیسر محمد رفیق	توحید بدعت کی زد میں	ماجد صغیر قریشی
فن مضمون نویسی	ظفر اقبال محسن	ظہور مصطفی ﷺ	جسٹس محمد الیاس
دعوت کا انقلابی طریق کار	پروفیسر محمد رفیق	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	محمد عمر حیات الحسینی
فیضان عشق	صوفی لیفٹیننٹ بابا	جدید مسائل کا اسلامی حل	پروفیسر محمد رفیق
تحفۃ الرضاء فی میلاد مصطفی ﷺ	رضا محمد شاہ ہاشمی	ہر شہر میں جنگل پھیل گیا	انوار فریدی
لوح و قلم	محمد حنیف حیرت	میرے مرشد گرامی	محمد ابرار حنیف نقشبندی
جنسی سیلاب مسلم شباب	پروفیسر محمد رفیق		

ہماری معیاری مطبوعات

کتاب	مصنف	کتاب	مصنف
ورفعنا لک ذکرک	سید رسول ترگوی	تاجدار کائنات کی نصیحتیں	مظہر حسین
نصاب جمال	محمد اکرام شاہ جیلانی	فرمودات قائد انقلاب	طاہر حمید تنولی
شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ	انوار فریدی	مشعل سیرت	عبدالغنی تائب
سوانح حیات (سیدنا طاہر علاؤالدینؒ)	پروفیسر محمد رفیق	سفر نور	ضیاء نیر
مجالس مرشد (سیدنا طاہر علاؤالدینؒ)	محمد عمر حیات الحسینی	صدائے درد	نور احمد نور
پگھل جائیں گی زنجیریں	انوار فریدی	رباعیات نقشبند	محمد صادق قصوری
جہان نعت	پروفیسر محمد رفیق	توحید بدعت کی زد میں	ماجد صغیر قریشی
فن مضمون نویسی	ظفر اقبال محسن	ظہور مصطفیٰ ﷺ	جسٹس محمد الیاس
دعوت کا انقلابی طریق کار	پروفیسر محمد رفیق	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	محمد عمر حیات الحسینی
فیضان عشق	صوفی فیضن بابا	جدید مسائل کا اسلامی حل	پروفیسر محمد رفیق
تحفۃ الرضائی میلاد مصطفیٰ ﷺ	رضا محمد شاہ ہاشمی	ہر شہر میں جنگل پھیل گیا	انوار فریدی
لوح و قلم	محمد حنیف حیرت	میرے مرشد گرامی	محمد ابرار حنیف نقشبندی
جنسی سیلاب مسلم شباب	پروفیسر محمد رفیق	مفید الانام	قاضی ثناء اللہؒ

المدینہ دارالاشاعت

Tel: 042-7320682 Fax: 7312801 یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ 38-اردو بازار۔ لاہور